﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم﴾ ﴿......اِنّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤتِيْهِ مَنْ يَّشَآء﴾(آل عمران:۷۴) ﴿......عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنى اِسرائيل:۸۰)

هفت روزه

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :— نصیر احمد قمر

جلد12

جمعۃ المبارک 22/اپریل 2005ء

13/ربیع الاوّل 1426 ہجری قمری 22/شہادت 1384 ہجری شمسی

شمارہ 16

اللہ کی خاطر چالیس دن

حضرت ابوایوبؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس شخص نے اللہ کی خاطر چالیس دنوں کو خالص کر دیا حکمت کے چشمے اس کے دل سے پھوٹ پھوٹ کر اس کی زبان پر جاری ہوتے ہیں۔ (الجامع الصغیر باب المیم جلد 2صفحہ160)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام﴾

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ ساری قوتیں اور طاقتیں رکھی گئی ہیں جو محمدؐ بنا دیتی ہیں۔

”یادرکھو۔یہی بات سچ ہے کہ اس نام کا مستحق اور واقعی حقدار ایک تھا جو محمدؐ کہلایا۔یہ دادِالٰہی ہے۔جس کے دل و دماغ میں چاہے یہ قوتیں رکھ دیتی ہے اور خدا خوب جانتا ہے کہ ان قوتوں کا محل اور موقع کون سا ہے۔ہر ایک کا کام نہیں کہ اس راز کو سمجھ سکے اور ہر ایک کے مُنہ میں وہ زبان نہیں جو یہ کہہ سکے کہ ﴿اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾۔ (الاعراف: 159)۔جب تک رُوح القدس کی خاص تائید نہ ہو یہ کام نہیں نکل سکتا۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ ساری قوتیں اور طاقتیں رکھی گئی ہیں جو محمدؐ بنا دیتی ہیں تا کہ بِالقوۃ باتیں بالفعل میں بھی آجاویں۔اس لئے آپؐ نے یہ دعویٰ کیا کہ ﴿اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾۔ ایک قوم کے ساتھ جو مشقت کرنی پڑتی ہے تو کس قدر مشکلات پیش آتی ہیں۔ایک خدمت گار شریر ہو تو اس کا دُرست کرنا مشکل ہو جاتا ہے آخر تنگ اور عاجز آ کر اس کو بھی نکال دیتا ہے۔لیکن وہ کس قدر قابلِ تعریف ہوگا جو اسے دُرست کرے اور پھر وہ تو بڑا ہی مردِ میدان ہے جو اپنی قوم کو درست کر سکے؛ حالانکہ یہ بھی کوئی بڑی بات نہیں،مگر وہ جو مختلف قوموں کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا سوچو تو سہی کس قدر کامل اور زبردست قویٰ کا مالک ہوگا۔مختلف طبیعت کے لوگ،مختلف عمروں،مختلف خیال،مختلف قویٰ کی مخلوق کو ایک ہی تعلیم کے نیچے رکھنا اور پھر ان سب کی تربیت کر کے دکھا دینا اور وہ تربیت بھی کوئی جسمانی نہیں بلکہ رُوحانی تربیت،خداشناسی اور معرفت کی باریک سے باریک باتوں اور اسرار سے پُورا واقف بنا دینا اور نِری تعلیم ہی نہیں بلکہ عامل بھی بنا دینا یہ کوئی چھوٹی سی بات نہیں ہے۔دُنیا کے لئے اجتماع بھی ہو سکتے ہیں کیونکہ اُن میں ذاتی مفاد اور دُنیوی لالچ کی ایک تحریک ہوتی ہے مگر کوئی یہ بتلائے کہ محض اللہ کے لئے پھر ایسے وقت میں کہ اس جلالی نام سے کُل دنیا ناواقف ہو اور پھر ایسی حالت میں اس کا اقرار کرنا کہ دنیا کی تمام مصیبتوں کو اپنے سر پر اٹھا لینا ہو ۔کون کسی کے پاس آ سکتا ہے جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف بُلانے والے کی عظیم الشّان قوت جذب کی نہ ہو کہ بے اختیار ہو ہو کر دل اُس کی طرف کھچے آویں اور وہ تمام تکلیفیں اور بلائیں ان کے لئے محسوس اللّذّات اور مدرک الحلاوت ہو جاویں۔

اب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی جماعت کی طرف غور کرو تو پھر کیسا روشن طور پر معلوم ہوگا کہ آپؐ ہی اس قابل تھے کہ محمدؐ نام سے موسوم ہوتے اور اس دعویٰ کو جیسا کہ زبان سے کیا گیا تھا۔﴿اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ ۔اپنے عمل سے بھی کر دکھاتے؛ چنانچہ وہ وقت آ گیا کہ ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُاللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِیْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا﴾ (النصر:۲۔۳)۔اس میں اس امر کی طرف صریح اشارہ ہے کہ آپؐ اس وقت دنیا میں آئے جب دین اللہ کو کوئی جانتا بھی نہ تھا اور عالمگیر تاریکی پھیلی ہوئی تھی اور گئے اُس وقت کہ جبکہ اس نظارہ کو دیکھ لیا کہ ﴿يَدْخُلُوْنَ فِیْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا﴾ جب تک اس کو پورا نہ کر لیا نہ تھکے نہ ماندہ ہوئے۔مخالفوں کی مخالفتیں،اعداء کی سازشیں اور منصوبے،قتل کرنے کے مشورے ،قوم کی تکلیفیں آپؐ کے حوصلہ اور ہمت کے سامنے سب ہیچ اور بیکار تھیں اور کوئی چیز ایسی نہ تھی جو آپؐ کو اپنے کام سے ایک لمحہ کے لئے بھی روک سکتی۔اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اس وقت تک زندہ رکھا.جب تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کام نہ کر لیا جس کے واسطے آپ آئے تھے۔یہ بھی ایک سِرّ ہے کہ خدا کی طرف سے آنے والے جھوٹوں کی طرح نہیں آتے۔“

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 422-421)

فرمودات خلفاء

خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں سب تعلقات ہیچ سمجھو
برادری کی رسوم کو شریعت پر ترجیح نہ دو

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔

”سب سے اعلیٰ تعلق انسان کا خدا تعالیٰ کا ہے ماں باپ کا بہت بڑا تعلق ہوتا ہے لیکن خدا تعالیٰ کے تعلق کے مقابلہ میں وہ بھی ہیچ ہے۔ایک ماں کا بچہ سے یہی تعلق ہوتا ہے کہ وہ اُسے نو ماہ تک اپنے پیٹ میں رکھتی ہے اور جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اُس کی خبر گیری کرتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا تعلق اس سے بہت زیادہ ہے۔خدا تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے ماں نے پیدا نہیں کیا۔پھر ماں جن چیزوں کے ذریعے بچہ کی پرورش کرتی ہے وہ خدا تعالیٰ ہی کی پیدا کی ہوتی ہیں ماں کی پیدا کردہ نہیں ہوتیں۔کہتے ہیں کہ ماں نے بچہ کو دودھ پلایا ہوتا ہے اسلئے اس کا بڑا حق ہوتا ہے مگر میں پوچھتا ہوں ماں کہاں سے دودھ پلاتی ہے کیا وہ خدا تعالیٰ کا پیدا کردہ نہیں ہوتا؟ پس اگر ماں نے بچہ کو دودھ پلایا ہے تو خدا تعالیٰ نے دودھ بنایا ہے۔پھر ماں بچہ کو کھانا کھلاتی ہے مگر ماں کا اتنا ہی کام تھا کہ کھانا پکا کر کھلا دیتی۔جب اسکا بچہ پر اتنا بڑا احسان ہے تو خدا تعالیٰ جس نے کھانا بنایا تو اس کا کس قدر احسان ہوگا؟ پھر بچہ جوان ہو کر ماں باپ کی خدمت کرتا ہے اور ان کو کھلاتا پلاتا ہے لیکن خدا تعالیٰ کو اس قسم کی کوئی احتیاج نہیں ہوتی۔پھر ماں باپ کا تعلق مرنے سے ختم ہو جاتا ہے مگر خدا تعالیٰ کا تعلق مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے ۔پس ماں باپ کا تو بچہ سے ایسا تعلق ہوتا جیسے راہ چلتے مسافر کا اس درخت سے ہوتا ہے جس کے نیچے وہ تھوڑی دیر آرام کرتا ہے لیکن خدا تعالیٰ کا تعلق ایسا ہوتا ہے کہ جو کبھی ختم ہی نہیں ہوتا ۔تو خدا تعالیٰ کا انسان سے بہت بڑا اور عظیم الشان تعلق ہے مگر افسوس کہ لوگ دنیا کے رشتہ داروں کا تو خیال رکھتے ہیں مگر خدا تعالیٰ کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔

عام طور پر عورتیں جھوٹ بول لیتی ہیں کہ اُن کے مرد خوش ہو جائیں اور یہ خیال نہیں کرتیں کہ اللہ تعالیٰ کا اُن سے جو تعلق ہے اُس کو اس طرح کس قدر نقصان پہنچ جائے گا۔اسی طرح دُنیا کی محبت میں اسقدر منہمک ہو جاتی ہے کہ جب بچہ پیدا ہو جائے تو بچہ کی محبت کی وجہ سے نماز میں سُست ہو جاتی ہے اور اکثر تو نماز چھوڑ ہی دیتی ہیں۔روزہ کی کوئی پرواہ نہیں کرتیں حالانکہ انہیں خیال کرنا چاہیئے کہ بچہ کی حفاظت اور پرورش تو ہم کرتی ہیں لیکن خدا وہ ہے جو ہماری حفاظت اور پرورش کر رہا ہے۔

پھر کئی قسم کی رسمیں اور بدعتیں ہیں جن کے کرنے کے لئے عورتیں مردوں کو مجبور کرتی ہیں اور کہتی ہیں اگر اس طرح نہ کیا گیا تو باپ دادا کی ناک کٹ جائے گی گویا وہ باپ دادا کی رسموں کو چھوڑنا تو پسند نہیں کرتیں۔کہتی ہیں اگر ہم نے رسمیں نہ کیں تو محلّہ والے نام رکھیں گے لیکن خدا تعالیٰ ان کا نام رکھے تو اس کی انہیں پروا نہیں ہوتی۔محلّہ والوں کی انہیں بڑی فکر ہوتی ہے لیکن خدا تعالیٰ انہیں کافر اور فاسق قرار دے دے تو اس کا کچھ خیال نہیں ہوتا۔کہتی ہیں یہ ورتارا ہے اسے ہم چھوڑ نہیں سکتیں حالانکہ قائم خدا تعالیٰ ہی کا ورتارا رہے گا باقی سب کچھ یہیں رہ جائے گا اور انسان اگلے جہاں چلا جائے گا جہاں کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے قیامت کا دن ایسا سخت اور خطرناک ہوگا کہ ہر ایک رشتہ دار رشتہ داروں کو چھوڑ کر الگ الگ اپنی اپنی فکر میں گرفتار ہوگا۔پس عورتوں کو چاہیئے کہ اُس دن کی فکر کریں،سب سے ضروری بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرو اور اس تعلق کو مضبوط کرو جو قیامت میں تمہارے کام آئے گا۔دنیا کے تعلق اور دُنیا کی باتیں کچھ حقیقت نہیں رکھتیں۔(الازھار لذوات الخمار صفحہ34-35)

اداریہ

انسانیت کے ناسور۔اخلاق سیّئہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ چھ امور ایسے ہیں جو انسان کے اعمال کو ضائع کر دیتے ہیں۔ دوسروں کے عیوب کے پیچھے پڑے رہنا، دل کی سختی، دنیا کی محبت، حیا کی کمی، بیجا بُری خواہشات اور ظلم سے باز نہ آنا۔

دوسروں کے عیوب کے پیچھے پڑے رہنا۔ اس کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں۔ اس تجسس اور تلاش میں رہنا کہ کسی کی برائی کا پتہ چلے۔ ایسے لوگ اپنی عام معلومات پر خوش بلکہ نازاں ہوتے ہیں اور جہاں کہیں موقع ملے وہ اپنی اس ’خوبی‘ کے مظاہرہ کے لئے تیار رہتے ہیں۔ بلکہ ان کو یہ بات بھی بہت بھلی اور دل خوش کن لگتی ہے کہ لوگ ان کے متعلق یہ سمجھتے ہوں کہ انہیں تو ایسی باتوں کا خوب علم ہوتا ہے۔ ایسے تبصرے ان کی مجلس کو اور گرما دیتے ہیں اور وہ چغل خوری، غیبت استہزاء بلکہ افتراء میں اور تیز ہوتے چلے جاتے ہیں۔ بعض لوگ تو اپنے آپ کو خدائی فوجدار سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ پہلے کسی کی برائی کو معلوم کرنا اور پھر اس کو ہر وقت اس رنگ میں نصیحت کرنا کہ جو نصیحت سے زیادہ فضیحت اور طعن و تشنیع کا رنگ لئے ہوئے ہو۔ ان نصائح میں ہمدردی و غم خواری کا دور دور تک کوئی دخل نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس ’ہم چو ما دیگرے نیست‘ کا رنگ ضرور ابھرتا ہے۔ یہاں یہ بات کہنے کی توچنداں ضرورت نہیں کہ ایسی نصیحت کبھی بھی مفید اور کارآمد ثابت نہیں ہوتی۔

قسوۃ القلب یعنی دل کی سختی۔ تمام نیکیاں، ہر قسم کی خوبیاں، پیاری باتیں اور اچھی حرکتیں دل کی نرمی سے نکلتی ہیں۔ دل کی سختی کے نتیجہ میں ہمدردی، پیار، محبت، افہام و تفہیم، خوش خلقی، نرم روی، کشادہ پیشانی ایسی تمام خوبیاں عنقا ہو جائیں گی۔ ایسی کھیتی سے کسی اچھی فصل کی تو سرے سے امید ہی نہیں کی جاسکتی۔ البتہ تیز نوکیلے لمبے زہریلے کانٹے ضرور پیدا ہوں گے۔ دل کی سختی کی نحوست سے عبادات کی رغبت اور عبادات میں بشاشت بھی کم ہوتی چلی جائے گی۔ حقوق العباد کی ادائیگی میں بھی کمی واقع ہوتی چلی جائے گی اور نتیجہ یہ نکلے گا کہ ایسا شخص خائب و خاسر، ناکام و نامراد ہو کر بدبختی و بدنصیبی کی تصویر بن جائے گا۔ نرم خوئی کو رحمت الٰہی قرار دیتے ہوئے قرآن شریف فرماتا ہے: ﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ﴾۔ (سورۃ آل عمران آیت ۱۶۰)۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ آپؐ ان کے لئے نرم خو ہیں۔ اگر آپ ترش رو اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ اِدھر اُدھر منتشر ہو جاتے۔

دنیا کی محبت، خدا تعالیٰ سے دوری اور نیکیوں سے محرومی کا باعث بن جاتی ہے۔ حضور ﷺ نے دنیاوی زندگی سے استفادہ کی نہایت پر حکمت مثال دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ دنیا میں انسان ایک مسافر کی طرح ہے۔ مسافر اپنی سواری یا رستہ کی بجائے اپنی منزل کو اہمیت دیتا ہے اور سواری یا رستہ کا اسی قدر خیال رکھتا ہے کہ یہ میری منزل تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ وہ لوگ جو دنیاوی زندگی اور دنیوی عیش و عشرت کو اپنا مقصود بنا لیتے ہیں ہوسکتا ہے کہ وہ دنیاوی اموال اور آسائش کے اسباب تو جمع کر لیں مگر سکون قلب واطمینان اور ایمان کی دولت سے محروم ہو جائیں۔ دنیا طلبی کی کوئی حد باقی نہیں رہتی اور عدم اطمینان و پریشانی کی وجہ سے قرآنی محاورہ کے مطابق انسان مخبوط الحواس و مجنون ہو جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کے اموال سے بالعموم یہ لوگ خود بھی لطف اندوز نہیں ہوسکتے بلکہ دوسرے لوگ ہی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ وہ خود تو ﴿اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ﴾ (التکاثر:2) کی تفسیر و تصویر بن کر محرومی و ناکامی کی عبرتناک مثال بن جاتے ہیں۔ اس کے مقابل وہ لوگ جو دنیا سے بے رغبتی اور زہد کا طریق اختیار کرتے ہیں وہ سکون و اطمینان اور قناعت و فراغت سے مالا مال ہو کر قرآنی اصطلاح کے مطابق فلاح و نجاح سے فیضیاب ہوتے ہیں اور دنیا ان کے پیچھے پیچھے بھاگتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ”اَلْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهٗ“ حیا اور شرم کا طریق تو سراسر خیر و برکت کا طریق ہے۔ بے حیائی اور بے شرمی مادر پدر آزاد کر دیتی ہے جس کے نتیجہ میں حرام و حلال کا امتیاز ختم ہو جاتا ہے۔ بلکہ یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ شرف انسانیت تو حیا سے ہی قائم و باقی رہتا ہے اور حیا کے زیور سے عاری ہو جانے والا اشرف انسانیت سے ہی دستکش ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہا گیا ہے کہ ؎ بے حیا باش و ہر چہ خواہی کن۔

بے جا خواہشات اور بڑی بڑی امیدیں اور ارادے بھی دنیا کی محبت میں حد سے بڑھے ہوئے انہماک کی طرح انسان کو حد اعتدال اور صراط مستقیم سے دور لے جانے کا باعث بن جاتی ہے۔ ایسا شخص عملی زندگی سے کٹ کر فرضی اور وہمی کیفیت میں ذمہ داریوں کی ادائیگی کی بجائے شیخ چلی کے افسانوی کردار کو اپنا لیتا ہے۔

بلند مقصد اور عالی ہمتی اور بے جا بڑی بڑی خواہشات میں بہت بڑا فرق ہے۔ عالی ہمت انسان جو اپنے سامنے بڑے بڑے مقاصد رکھتا ہے وہ تو ایک عملی انسان ہے جو اپنی ترقی و بہتری کے لئے مسلسل کوشاں رہتا ہے۔ منعم علیہ لوگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے صراط مستقیم اور جادہ اعتدال سے کبھی الگ نہیں ہوتا۔ کامیابی اس کے قدم چومتی اور خدا تعالیٰ کی رضا اس کو نصیب ہوتی ہے۔

ظلم کے طریق کو اختیار کرنے والا اور اس غلط طریق سے باز نہ آنے والا شخص عاقبت نااندیش ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو قادر مطلق سمجھنے لگتا ہے۔ فرعون نے اپنی طاقت اور ظالمانہ رویہ کی وجہ سے ہی اپنے کو ’اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى‘ سمجھنے کی غلطی کا ارتکاب کیا۔ ہر بادشاہ اور صاحب اقتدار جو یہ سمجھنے لگ جائے کہ ﴿اَنَا اُحْيِ وَاُمِيْتُ﴾ مَیں زندگی اور موت پر اختیار رکھتا ہوں یا وہ اس غلط فہمی کا شکار ہو جائے کہ میرے اقتدار کی کرسی بہت مضبوط ہے یا اسے یہ زعم ہو جائے کہ مَیں اس بات کی قدرت رکھتا ہوں کہ جسے چاہوں اسے سرطان اور بیماری قرار دے کر ختم کر دوں وہ ظالم اپنے عمل سے ’اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى‘ کا دعویٰ کرتا ہے۔ ایسے لوگ بھیانک انجام سے دوچار ہوتے ہیں اور ان کے اس عبرتناک انجام سے اَللّٰهُ اَكْبَر کی حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی سب سے بڑا اور قابل حمد و ستائش ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بے اخلاق سے بکلی اجتناب کرنے اور اچھے اخلاق پر کاربند رہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(عبدالباسط شاہد)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا منظوم کلام

اے خدا دل کو مرے مَزْرَعِ تقویٰ کر دیں
ہوں اگر بد بھی تو تُو بھی مجھے اچھا کر دیں
میری آنکھیں نہ ہٹیں آپ کے چہرہ سے کبھی
دل کو وارفتہ کریں محوِ تماشا کر دیں
دانۂ سبحہ پراگندہ ہیں چاروں جانب
ہاتھ پر میرے انہیں آپ اکٹھا کر دیں
ساری دنیا کے پیاسوں کو کروں مَیں سیراب
چشمۂ شور بھی ہوں گر مجھے میٹھا کر دیں
مَیں بھی اُس سیّد بطحا کا غلامِ در ہوں
دَم سے روشن مرے بھی وادیٔ بطحا کردیں
ٹیڑھے رستہ پہ چلے جاتے ہیں تیرے بندے
پھیر لائیں انہیں اور راہ کو سیدھا کر دیں
احمدی لوگ ہیں دنیا کی نگاہوں میں ذلیل
اُن کی عزت کو بڑھائیں اُنہیں اونچا کر دیں
میرے قدموں پہ کھڑے ہو کے تجھے دیکھیں لوگ
ربِّ ابرام مجھے اس کا مصلّیٰ کر دیں
مجھ سے کھویا ہوا ایمان مسلماں پائیں
ہوں تو سفلی پہ مجھے آپ ثریّا کر دیں
لوگ بیتاب ہیں بے حد کہ نمونہ دیکھیں
سالکِ رہ کے لئے مجھ کو نمونہ کر دیں
مقصد خلق بر آئے گا یہی تو ہوگا
اندھی دنیا کو اگر فضل سے بینا کردیں
ظلمتیں آپ کو سجتی نہیں میرے پیارے
پردے سب چاک کریں چہرہ کو ننگا کردیں
اپنے ہاتھوں سے ہوئی ہے مری صحت برباد
میری بیماری کا اب آپ مداوٰی کر دیں
بار آور ہو جو ایسا کہ جہاں بھر کھائے
دل میں میرے وہ شجر خیر کا پیدا کردیں
مَیں تہی دست ہوں رکھتا نہیں کچھ راسِ عمل
جو نہیں پاس مرے آپ مہیّا کردیں

کلام محمود

جو حق پہ ہوتے ہیں وہ امتحاں میں رہتے ہیں

ہمیشہ حلقۂ نامہرباں میں رہتے ہیں
جو حق پہ ہوتے ہیں وہ امتحاں میں رہتے ہیں
حسد کی آگ سے کِس کِس کا گھر جلاؤ گے
کہ اہل عشق تو سارے جہاں میں رہتے ہیں
خدا کو ماننے والا یہاں کوئی تو ہو
ہم اِس خیال سے شہرِ بُتاں میں رہتے ہیں
مرے خیال میں دفنا چکی ہے جن کو زمیں
کب آئیں گے وہ اگر آسماں میں رہتے ہیں
نثار ہیں جو محمدؐ پہ، ہم ہیں اُن پہ نثار
نجانے آپ ابھی کِس گماں میں رہتے ہیں
خدا کی راہ میں جاں وار دیں جو لوگ ظفرؔ
وہ زندگی کی طرح جسم وجاں میں رہتے ہیں

(صابر ظفرؔ)

اسلام اور مغرب
چند غلط فہمیوں کا ازالہ

محمد سلطان ظفر - کینیڈا

یورپ اور امریکہ کے ترقی یافتہ ممالک میں بسنے والے لوگ عموماً خودکو ترقی پذیر ممالک، خصوصاً مسلمان ممالک، سے انسانی حقوق کے حوالے سے بہتر گردانتے ہیں اور مسلمانوں کی اس حالت کی وجہ اسلامی تعلیمات کو سمجھتے ہیں۔

بدقسمتی سے اس تقابلی تجزیئے کے دوران، غیرمسلم ایک نہایت اہم پہلو کو نظرانداز کردیتے ہیں کہ تقابلی جائزہ ان ممالک کے مذاہب یعنی یہودیت اور عیسائیت کا اسلام سے ہونا چاہئے۔ اور ان کے علاقائی، ملکی معاشرے کا مسلمان ممالک کے علاقائی معاشرے اور رہن سہن سے، نہ کہ کسی ایک مذہب کا تقابلی جائزہ کسی دوسرے ملک کے خالصتاً علاقائی کلچر اور معاشرے سے۔ زیرِنظر مضمون میں چند ایسی باتوں کا جائزہ لیا جارہا ہے جن کے بارہ میں عموماً گفتگو ہوتی رہتی ہے۔

اسلام: کامل مذہب

اسلام پر ایک اعتراض عام ہوتا ہے کہ اسلام نے یہودیت اور عیسائیت کی تعلیمات سے ہی کچھ چیزیں ملاجلا کر ایک نیا مذہب پیش کردیا ہے اور اس میں کوئی بھی نئی بات نہیں ہے۔ حالانکہ اسلام کا یہ قطعی طور پر دعویٰ نہیں کہ اسلام یہودیت اور عیسائیت کے ''مقابل'' پر کوئی مذہب ہے۔ یا اسلام کو ''کسی اور خدا'' نے تخلیق کیا ہے۔ لہذا یہ آمنے سامنے مقابلہ کرنے والے دشمن مذاہب ہیں۔ بلکہ اسلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے سابقہ مذاہب کے تسلسل کو ہی مزید بہتر بنا کر مکمل کردیا ہے اور یہ وہی خدا ہے جس نے یہودیت اور عیسائیت کی تعلیم دی۔ قرآن کریم میں ہے۔

''تو کہہ دے ہم ایمان لے آئے اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف اتارا گیا اور جو ابراہیم پر اتارا گیا اور اسماعیل پر اور اسحٰق پر اور یعقوب پر اور (اس کی) نسلوں پر اور جو موسیٰ اور عیسیٰ کو اور جو نبیوں کو اُن کے ربّ کی طرف سے دیا گیا۔ ہم ان میں سے کسی کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے اور ہم اسی کی فرمانبرداری کرنے والے ہیں۔'' (آلِ عمرٰن: آیت نمبر 85)

اسلام بطور دین کس طرح کامل ہوگیا اور اس کے کون سے اصول ہیں جن کی بنا پر اسلام کو کامل قرار دیا جاتا ہے؟ اس کی ایک مثال مندرجہ ذیل ہے۔

بنی اسرائیل پر مظالم کی انتہا ہوگئی تھی۔ اُن کو تکلیفیں دے دے کر ایسے مقام پر پہنچا دیا گیا تھا کہ وہ بے بس ہوکر رہ گئے تھے اور بالآخر ان کی غیرت بالکل مرگئی۔ لہذا ان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ ایسی شریعت نازل ہوئی جس میں ان کو حکم دیا گیا کہ وہ ظلم کے نتیجہ میں خاموش مت بیٹھیں اور بھرپور بدلہ لیں۔

''اور جو خداوند کے نام پر کفر بکے ضرور جان سے مارا جائے۔ ساری جماعت اُسے قطعی سنگسار کرے۔ خواہ وہ دیسی ہو یا پردیسی جب وہ پاک نام پر کفر بکے تو وہ ضرور جان سے مارا جائے۔ اور جو کوئی کسی آدمی کو مار ڈالے وہ ضرور جان سے مارا جائے۔ اور جو کوئی کسی چوپائے کو مار ڈالے وہ اُس کا مُعاوضہ جان کے بدلے جان دے۔ اور اگر کوئی شخص اپنے ہمسایہ کو عیب دار بنادے تو جیسا اُس نے کیا وَیسا ہی اُس سے کیا جائے۔ یعنی عُضو توڑنے کے بدلے عُضو توڑنا ہو اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت۔ جیسا عَیب اُس نے دُوسرے آدمی میں پیدا کردیا ہے وَیسا ہی اُس میں بھی کردیا جائے۔ الغرض جو کوئی کِسی چَوپائے کو مار ڈالے وہ اُسکا مُعاوضہ دے پر اِنسان کا قاتِل جان سے مارا جائے۔ تُم ایک ہی طرح کا قانُون دیسی اور پردیسی دونوں کے لئے رکھنا کیونکہ مَیں خُداوند تُمہارا خُدا ہُوں۔''

(احبار، باب 24، آیات16تا22)

اس تعلیم کے نتیجہ میں مطلوبہ نتائج تو حاصل ہوگئے لیکن چند صدیوں کے اندر ہی اہلِ یہود خود بھی مظالم ڈھانے میں اتنے بڑھ گئے کہ ضروری تھا کہ ان کے اپنے مظالم روکنے کے لئے انتہائی نرمی کی تعلیم دی جائے۔ جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ پھیلائی گئی۔

''تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت۔ لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو کوئی تیرے دہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے۔ اور اگر کوئی تجھ پر نالش کرکے تیرا کُرتا لینا چاہے تو چوغہ بھی اُسے لے لینے دے۔ اور جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار میں لے جائے اُسکے ساتھ دو کوس چلا جا۔ جو کوئی تجھ سے مانگے اُسے دے اور جو تجھ سے قرض چاہے اُس سے مُونہہ نہ موڑ۔

تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ اپنے پڑوسی سے محبت رکھ اور اپنے دشمن سے عداوت۔ لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ اپنے دشمنوں سے محبت رکھو اور اپنے ستانے والوں کے لئے دُعا کرو۔ تاکہ تم اپنے باپ کے جو آسمان پر ہے بیٹے ٹھہرو کیونکہ وہ اپنے سورج کو بدوں اور نیکوں دونوں پر چمکاتا ہے اور راستبازوں اور ناراستوں دونوں پر مینہ برساتا ہے۔ کیونکہ اگر تم اپنے محبت رکھنے والوں ہی سے محبت رکھو تو تمہارے لئے کیا اجر ہے؟ کیا محصول لینے والے بھی ایسا نہیں کرتے؟ اور اگر تم فقط اپنے بھائیوں ہی کو سلام کرو تو کیا زیادہ کرتے ہو؟ کیا غیر قوموں کے لوگ بھی ایسا نہیں کرتے؟ پس چاہئے کہ تم کامل ہو جیسا تمہارا آسمانی باپ کامل ہے۔''

(متّی، باب 5، آیات38تا 48)

اس تعلیم کا نتیجہ بھی حسبِ توقع نکلا اور عیسائیت کے پیروکار، انتہائی نرم مزاج ہوگئے۔ وہ اتنے پرامن اور نرم مزاج ہوگئے کہ ان کی نرم مزاجی سے فائدہ اٹھا کر ان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ دئے گئے، جس کے نتیجہ میں ان کو تین سو سال غاروں میں چھپ چھپ کر رہنا پڑا۔

اسلام کی کاملیت کا ثبوت اس طرح ملتا ہے کہ اسلام میں یہ تعلیم دی گئی کہ اگر تم پر ظلم ہو تو تم کو اختیار ہے کہ اس کا بدلہ لو۔ مگر بدلہ میں بھی زیادتی نہ ہو اور حد سے آگے نہ بڑھا جائے۔ اور اگر تم چاہو تو نرمی سے کام لے کر معاف بھی کرسکتے ہو۔ یعنی اگر اصلاح کے لئے بدلہ لینا ضروری ہو تو ضرور بدلہ لینا چاہئے اور اگر معافی سے اصلاح ہوسکے تو معاف کردینا سب سے بہتر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تم پر مقتولوں کے بارہ میں قصاص فرض کردیا گیا ہے۔ آزاد کا بدلہ آزاد کے برابر، غلام کا بدلہ غلام کے برابر اور عورت کا بدلہ عورت کے برابر (لیا جائے)۔ اور وہ جسے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معاف کردیا جائے تو پھر معروف طریق کی پیروی اور احسان کے ساتھ اس کو ادائیگی ہونی چاہئے۔ یہ تمہارے ربّ کی طرف سے رعایت اور رحمت ہے۔ پس جو بھی اس کے بعد زیادتی کرے تو اس کے لئے درد ناک عذاب (مقدر) ہے۔'' (البقرۃ، آیت179)

یہ ایک ایسا عظیم الشان قانون ہے جو تا قیامت، ہر قسم کے حالات میں استعمال ہوسکتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اسلام کو کامل مذہب قرار دیا گیا ہے۔

خواتین کے حقوق

مغربی ممالک کے دانشوروں کو دنیا کی سب سے کمزور اور مظلوم ''چیز'' مسلمان عورت نظر آتی ہے۔ انہی کے پراپیگنڈے کی وجہ سے عام شہریوں کو بھی مسلمانوں پر یہ اعتراض کرنا فرض ہوتا ہے کہ مسلمانوں عورتوں کے کوئی حقوق نہیں ہے۔

یہاں پر یہ یاددہانی ضروری ہے کہ اس مضمون کی اصل غایت کو مدِنظر رکھا جائے اور پہلے عورت کی حیثیت کا تعین، بائبل اور قرآن کی روشنی میں کیا جائے اور پھر معاشرتی حوالوں سے۔ سب سے پہلے، **عورتوں کے بارہ میں چند مثالیں بائبل سے لیتے ہیں۔**

لڑکے اور لڑکی میں تفریق کی مثال ملاحظہ ہو:

''بنی اسرائیل سے کہہ کہ اگر کوئی عورت حامِلہ ہو اور اُس کے لڑکا ہو تو وہ سات دِن ناپاک رہے گی جیسے حَیض کے ایّام میں رہتی ہے۔''

(احبار، باب 12، آیت 2)

''اور اگر اُس کے لڑکی ہو تو وہ دو ہفتے ناپاک رہے گی جیسے حَیض کے ایّام میں رہتی ہے۔''

(احبار، باب 12، آیت 5)

قرآن کریم میں کہیں بھی لڑکیوں کی وجہ سے ناپاکی بڑھ جانے کی تعلیم نہیں دی گئی ہے۔

اسی طرح بائبل میں صاف طور پر لکھا ہے کہ عورت مرد کی محکوم ہے۔

''پھر اُس نے عورت سے کہا کہ میں تیرے دردِ حمل کو بڑھاؤں گا۔ تُو درد کے ساتھ بچّے جنے گی اور تیری رغبت اپنے شوہر کی طرف ہوگی اور وہ تجھ پر حکومت کرے گا۔'' (پیدائش، باب 3، آیت16)

اس کے برعکس قرآن کریم میں مرد وعورت کو برابر قرار دیا گیا ہے۔

''اے لوگو! اپنے ربّ کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور پھر ان دونوں میں سے مَردوں اور عورتوں کو بکثرت پھیلا دیا۔ اور اللہ سے ڈرو جس کے نام کے واسطے دے کر تم ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رِحموں (کے تقاضوں) کا بھی خیال رکھو۔ یقیناً اللہ تم پر نگران ہے۔'' (النساء، آیت 2)

''...اور اُن (عورتوں) کا دستور کے مطابق (مَردوں پر) اتنا ہی حق ہے جتنا (مردوں کا) اُن پر ہے۔ حالانکہ مردوں کو ان پر ایک قسم کی فوقیت بھی ہے۔ اور اللہ کامل غلبہ والا (اور) حکمت والا ہے۔''

(البقرہ، آیت 229)

''پس اُن کے ربّ نے اُن کی دعا قبول کرلی (اور کہا) کہ میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ہرگز ضائع نہیں کروں گا خواہ وہ مَرد ہو یا عورت...''

(ال عمران، آیت 196)

ایک غلط تاثر یہ بھی عام ہے کہ اسلام میں عورتوں کو ملازمت کی اجازت نہیں، حالانکہ عورتوں کو ملازمت اور دوسرے امور سرانجام دینے کی پوری آزادی ہے۔ اور ان کو مکمل برابری حاصل ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اور اللہ نے جو تم میں سے بعض کو بعض پر فضلیت بخشی ہے اس کی حرص نہ کیا کرو۔ مردوں کے لئے اس میں سے حصہ ہے جو وہ کمائیں۔ اور عورتوں کے لئے اس میں سے حصہ ہے جو وہ کمائیں۔ اللہ سے اس کا فضل مانگو۔ یقیناً اللہ ہر چیز کا خوب علم رکھتا ہے۔''

(النساء آیت 33)

مغرب میں عورت کی آزادی کی حیثیت

مغرب میں عورت کی نام نہاد آزادی کی چند وجوہات نہایت بھیانک ہیں۔ مغربی ممالک میں صرف چند عشرے قبل تک ایک ایسے گھرانے کو آئیڈیل سمجھا جاتا تھا جس میں مرد کمائی کرتا تھا اور عورت گھر سنبھالتی تھی۔ معاشرے میں ہونے والی تبدیلیوں میں ایک تبدیلی مردوں میں عیاشی کے رجحان کا بڑھنا تھا۔ جس کے لئے ضروری تھا کہ آمدنی زیادہ ہو اور اخراجات کم۔ اس کا بہترین حل یہ نکالا گیا کہ عورتوں کو مردوں سے برابری دلانے کا جھانسا دے کر ان سے محنت ومشقت کے کام لئے جانے لگے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عورتیں اپنے مالی لحاظ سے آزاد ہوگئیں اور اپنے فیصلے آزادانہ کرنے لگیں۔ نیز مرد اور عورتیں، باہمی ذمہ داریوں سے بھی بری الذمہ ہوگئے۔ عورتوں اور مردوں کا رہن سہن اتنا تبدیل ہوگیا کہ کئی دفعہ یہ پہچان ہی نہیں ہوتی کہ یہ مرد ہے کہ عورت۔ عورتوں نے مردوں کے کپڑے پہننے شروع کردئے جبکہ مرد بھی ان سے پیچھے نہیں رہے۔ کپڑوں کے رنگوں سے لے کر میک اپ تک عورتوں کی نقالی کرتے ہیں۔ سر کے بال بڑھا کر چٹیا بنا لیتے ہیں اور اب تو کئی مردوں نے باقاعدہ اسکرٹ پہننا شروع کردیا ہے۔ جو کہ سراسر عیسائیت کی تعلیم کے خلاف ہے۔ جیسا کہ بائبل میں درج ہے۔

''عورت مرد کا لباس نہ پہنے اور نہ مرد عورت کی پوشاک پہنے کیونکہ جو ایسے کام کرتا ہے وہ خداوند تیرے خدا کے نزدیک مکرُوہ ہے۔'' (اِستِثناء باب 22آیت5)

عورتوں کے مردوں کے ساتھ مل کر کام کرنے سے اخلاقی مسائل بھی بڑھ گئے۔ جس کا نتیجہ عورتوں اور مردوں کے آزادانہ تعلقات، ناجائز بچوں کی پیدائش،

ہم جنس پرستی اور ایڈز کی صورت میں نکلا۔ اور اس سارے عمل کو جدیدیت اور آزادیٔ نِسواں کا نام دیا گیا۔ بن بیاہی ماؤں کے بچوں کی تعداد حد سے بڑھ چکی ہے۔ اور کئی دفعہ جوان بچوں کو کسی طبی ٹیسٹ کے دوران پتہ چلتا ہے کہ جس شخص کو وہ اور تمام دنیا اُن کا باپ سمجھتی رہی ہے وہ ان کا باپ ہی نہیں ہے۔ اور اس کے باوجود یہ سب عیسائیت کے پیروکار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں حالانکہ بائبل میں درج ہے کہ:

''کوئی حرامزادہ خُداوند کی جماعت میں داخِل نہ ہو۔ دسویں پُشت تک اُسکی نسل میں سے کوئی خُداوند کی جماعت میں آنے نہ پائے۔''

(اِستِثنا، باب 23، آیت 2)

اس نام نہاد ''آزادیٔ نسواں'' کا ایک اور تاریک اور افسوسناک پہلو یہ بھی ہے کہ اس عمل میں عورت کا زبردست استحصال کیا گیا۔ لمبے عرصہ تک اسے مردوں کے برابر کام کرنے کے باوجود، قانوناً کم اجرت ملتی رہی۔ اور اب بھی عموماً عورتوں کو ایسی جگہ پر ملازمت دی جاتی ہے جہاں ان کی خوبصورتی، نرم مزاجی اور صبر جیسی قدرتی صلاحیتوں کو misuse کیا جاسکے۔ عملی طور پر عورت کو ''شوپیس'' بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔

زیادہ تر اداروں کے استقبالیہ پر خواتین ہوتی ہیں جو آنے والے مہمانوں اور گاہکوں پر خوشگوار تاثر قائم کرنے کے لئے ملازم رکھی جاتی ہیں۔ تقریباً ہر جگہ پر افسر کی سیکرٹری ایک عورت ہوتی ہے۔ اسی طرح ڈپارٹمنٹل سٹورز پر، کیشئرز اور کسٹمر سروس کے لئے خواتین کو رکھا جاتا ہے۔ ایسی جگہوں پر کسٹمرز کی ناگوار باتیں سننا پڑتی ہیں، جو عورت فطری طور پر صابر اور نرم مزاج ہونے کی وجہ سے سن لیتی ہیں۔ اگر مرد اُن کی جگہ پر ہوں تو وہ ناراض کسٹمرز کی باتیں سن کر جلدی صبر کا دامن چھوڑ دیتے ہیں۔

اسی آزادی کی وجہ سے مغربی ممالک کے ہر شہر اور قصبے میں ایسے کلب، ہزاروں، لاکھوں کی تعداد میں قائم ہیں جہاں، لاتعداد مردوں کی موجودگی میں برہنہ عورت جانوروں کی طرح ناچ کر مردوں کے دِل بہلاتی ہے۔

کیا مغربی ممالک کے صدور، وزراءاعظم، وزراء، سفارت کاروں، افواج کے جنرلوں، پائلٹس، ججوں، پالیسی بنوانے والوں اور حتمی فیصلہ کرنے والوں میں عورتوں کا تناسب 50 فی صد ہے؟ یہ فہرست بہت لمبی ہوسکتی ہے۔ اور سب کا جواب بالکل واضح ہے کہ عورتوں کا تناسب 50 فی صد تو کُجا، شاید ایک فی صد بھی نہ ہو۔

ہوسکتا ہے کہ ان اقوام پر یہ تمام مصیبتیں اور بیماریاں تورات کے مندرجہ ذیل اصول یا پیشگوئی کی وجہ سے نازل ہوئی ہوں کہ:

''لعنت اُس پر جو اِس شریعت کی باتوں پر عمل کرنے کے لئے اُن پر قائم نہ رہے اور سب لوگ کہیں آمین۔'' (اِستِثناء باب 27، آیت 26)

جنگ کے اصول:

مغربی ممالک کو یہ زعم رہا ہے کہ اُن کے تیار کردہ قوانینِ جنگ، مذہبی قوانین سے بہتر اور انسانی حقوق کے علمبردار ہیں۔ تاہم عموماً وہ خود اپنے ہی تیار کردہ قوانین کی دھجیاں بکھیر دیتے ہیں۔

جنگ کے بارہ میں بائبل میں درج ہے کہ:

''جب تُو کِسی شہر سے جنگ کرنے کو اُسکے نزدِیک پُہنچے تو پہلے اُسے صُلح کا پَیغام دینا۔ اور اگر وہ تُجھ کو صُلح کا جواب دے اور اپنے پھاٹک تیرے لئے کھول دے تو وہاں کے سب باشِندے تیرے باجگُذار بن کر تیری خِدمت کریں۔ اور اگر وہ تُجھ سے صُلح نہ کرے بلکہ تُجھ سے لڑنا چاہے تو تُو اُسکا مُحاصرہ کرنا۔ اور جب خُداوند تیرا خُدا اُسے تیرے قبضہ میں کردے تو وہاں کے ہر مرد کو تلوار سے قتل کر ڈالنا۔ لیکن عَورتوں اور بال بچّوں اور چَوپایوں اور اُس شہر کے سب مال اور لُوٹ کو اپنے لِئے رکھ لینا اور تُو اپنے دُشمنوں کی اُس لُوٹ کو جو خُداوند تیرے خُدا نے تُجھ کو دی ہو کھانا۔ اُن سب شہروں کا یِہی حال کرنا جو تُجھ سے بہت دُور ہیں اور اِن قَوموں کے شہر نہیں ہیں۔ پر اِن قَوموں کے شہروں میں جِن کو خُداوند تیرا خُدا مِیراث کے طور پر تُجھ کو دیتا ہے کِسی ذی نفس کو جِیتا نہ بچا رکھنا۔ بلکہ تُو اِن کو یعنی حِتّی اور اموری اور کنعانی اور فرِزّی اور حوّی اور یبُوسی قَوموں کو جَیسا خُداوند تیرے خُدا نے تُجھ کو حُکم دِیا ہے بِالکُل نیست کردینا۔ تاکہ وہ تُم کو اپنے سے مکرُوہ کام کرنے نہ سِکھائیں جو اُنہوں نے اپنے دیوتاؤں کے لِئے کِئے ہیں اور یُوں تُم خُداوند اپنے خُدا کے خِلاف گُناہ کرنے لگو۔ جب تُو کِسی شہر کو فتح کرنے کے لِئے اُس سے جنگ کرے اور مُدّت تک اُس کا مُحاصرہ کِئے رہے تو اُس کے درختوں کو کُلہاڑی سے نہ کاٹ ڈالنا کیونکہ اُن کا پھل تیرے کھانے کے کام میں آئے گا سو تُو اُن کو مت کاٹنا کیونکہ کیا میدان کا درخت اِنسان ہے کہ تُو اُس کا مُحاصرہ کرے؟۔ سو فقط اُن ہی درختوں کو کاٹ کر اُڑادینا جو تیری دانِست میں کھانے کے مطلب کے نہ ہوں اور تُو اُس شہر کے مُقابل جو تُجھ سے جنگ کرتا ہو بُرجوں کو بنالینا جب تک وہ سر نہ ہوجائے۔'' (اِستِثنا، باب 20 آیات 10 تا 20)

اب قرآن مجید کی تعلیم ملاحظہ فرمائیں۔

''اور اگر وہ صلح کے لئے جُھک جائیں تو تُو بھی اُس کے لئے جُھک جا اور اللہ پر توکل کر۔ یقیناً وہی بہت سننے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔ اور اگر وہ ارادہ کریں کہ تجھے دھوکہ دیں تو یقیناً اللہ تجھے کافی ہے۔ وہی ہے جس نے اپنی نصرت کے ذریعہ اور مومنوں کے ذریعہ تیری مدد کی۔'' (الانفال، آیات 62 و 63)

''اور اللہ کی راہ میں ان سے قتال کرو جو تم سے قتال کرتے ہیں اور زیادتی نہ کرو۔ یقیناً اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور (دورانِ قتال) انہیں قتل کرو جہاں کہیں بھی تم انہیں پاؤ اور انہیں وہاں سے نکال دو جہاں سے تمہیں انہوں نے نکالا تھا۔ اور فتنہ قتل سے زیادہ سنگین ہوتا ہے۔ اور ان سے مسجد حرام کے پاس قتال نہ کرو یہاں تک کہ وہ تم سے وہاں قتال کریں۔ پس اگر وہ تم سے قتال کریں تو پھر تم اُن کو قتل کرو۔ کافروں کی ایسی ہی جزا ہوتی ہے۔'' (البقرة ، آیات 191 و 192)

یہودیت ، عیسائیت اور اسلام میں کئی بنیادی باتیں مشترکہ ہیں۔ آج کل کے ترقی یافتہ دور میں لوگوں کو ایک دوسرے کو قریب سے دیکھنے کا موقع مل رہا ہے تو یہ ضروری ہے کہ اُن امور پر بات کی جائے جو ان مذاہب میں مشترکہ ہیں۔ تاکہ آپس میں افہام و تفہیم اور رواداری کا ماحول بنے۔ ان میں بنیادی مقصد مشترکہ ہے۔ جبکہ اُن کے بارہ میں تعلیم، اسلام میں نسبتاً متوازن ہے۔ یہ مشترکہ تعلیم یقیناً ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے کیونکہ اس پر ایمان لانے کے لئے قرآن کریم میں مسلمانوں کو ہدایت دی گئی ہے:۔

''یقیناً یہ ضرور پہلے صحیفوں میں بھی ہے۔ ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔'' (الاعلی ، آیات 19 و 20)

عورتوں اور مردوں کے آزادانہ تعلقات:

بائبل میں درج ہے کہ:

''اور اگر کاہن کی بیٹی فاحشہ بن کر اپنے آپ کو ناپاک کرے تو وہ اپنے باپ کو ناپاک ٹھہراتی ہے۔ وہ عورت آگ میں جلائی جائے۔''

(احبار، باب 21، آیت 9)

''پر اگر یہ بات سچ ہو کہ لڑکی میں کنوارے پن کے نِشان نہیں پائے گئے۔ تو وہ اُس لڑکی کو اُسکے باپ کے گھر کے دروازہ پر نِکال لائیں اور اُسکے شہر کے لوگ اُسے سنگسار کریں کہ وہ مرجائے کیونکہ اُس نے اِسرائیل کے درمیان شرارت کی کہ اپنے باپ کے گھر میں فاحِشہ پن کِیا۔ یُوں تُو اَیسی بُرائی کو دفع کرنا۔ اگر کوئی مرد کِسی شوہر والی عورت سے زِنا کرتے پکڑا جائے تو وہ دونوں مار ڈالے جائیں یعنی وہ مرد بھی جِس نے اُس عورت سے صُحبت کی اور وہ عورت بھی۔ یُوں تُو اِسرائیل میں اَیسی بُرائی کو دفع کرنا۔ اگر کوئی کنواری لڑکی کِسی شخص سے منسوب ہوگئی ہو اور کوئی دُوسرا آدمی اُسے شہر میں پاکر اُس سے صُحبت کرے۔ تو تم اُن دونوں کو اُس شہر کے پھاٹک پر نِکال لانا اور اُن کو تُم سنگسار کردینا کہ وہ مرجائیں۔ لڑکی کو اس لئے کہ وہ شہر میں ہوتے ہوئے نہ چلائی اور مرد کو اس لئے کہ اس نے اپنے ہمسایہ کی بیوی کو بے حُرمت کیا۔ یوں تُو ایسی برائی کو اپنے درمیان سے دفع کرنا۔''

(اِستِثناء باب 22 آیات 20 تا 24)

قرآن کریم میں ہے:۔

''اور زنا کے قریب نہ جاؤ۔ یقیناً یہ بے حیائی ہے اور بہت بُرا رستہ ہے۔'' (بنیٓ اسرآء یل، آیت نمبر 33)

''اور تمھاری عورتوں میں سے وہ جو بے حیائی کی مرتکب ہوئی ہوں ان پر اپنے میں سے چار گواہ بنالو۔ پس اگر وہ گواہی دیں تو ان کو گھروں میں روک رکھو یہاں تک کہ ان کو موت آجائے یا ان کے لئے اللہ کوئی (اور) رستہ نکال دے۔'' (النّسآء ، آیت نمبر 16)

ہم جنس پرستی کے بارہ میں بائبل کی تعلیم

بائبل میں ہم جنس پرستی کو بہت بڑا گناہ بیان کیا گیا جس کی سزا موت مقرر کی گئی ہے۔

''تو مرد کے ساتھ صحبت نہ کرنا جیسے عورت سے کرتا ہے۔ یہ نہایت مکروہ کام ہے۔''

(احبار، باب 18، آیت 22)

''اگر کوئی مرد سے صحبت کرے جیسے عورت سے کرتے ہیں تو اُن دونوں نے نہایت مکرُوہ کام کِیا ہے۔ سو وہ دونوں جان سے مارے جائیں۔ اُن کا خُون اُن ہی کی گردن پر ہوگا۔'' (احبار ، باب 20، آیت 13)

قرآن کریم میں اس بارہ میں فرمایا گیا ہے کہ:

''اور تم میں سے وہ دو مرد جو اس (بے حیائی) کے مرتکب ہوئے ہوں انہیں (بدنی) سزا دو۔ پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں تو ان سے اِعراض کرو۔ یقیناً اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔'' (النّسآء آیت نمبر 17)

سود کی حرمت

بائبل اور قرآن کریم دونوں میں سود کی حرمت بیان کی گئی ہے۔ بائبل میں درج ہے۔

''اور اگر تیرا کوئی بھائی مُفلِس ہوجائے اور وہ تیرے سامنے تنگ دست ہو تو تُو اُسے سنبھالنا۔ وہ پردیسی اور مُسافر کی طرح تیرے ساتھ رہے۔ تُو اُس سے سُود یا نفع مت لینا بلکہ اپنے خُدا کا خَوف رکھنا تاکہ تیرا بھائی تیرے ساتھ زِندگی بسر کرسکے۔ تُو اپنا روپیہ اُسے سُود پر مت دینا اور اپنا کھانا بھی اُسے نفع کے خیال سے نہ دینا۔'' (احبار، باب 25، آیات 35 تا 37)

جبکہ قرآن کریم میں آتا ہے۔

''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو سود میں سے باقی رہ گیا ہے، اگر تم (فی الواقعہ) مومن ہو۔ اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو۔ اور اگر تم توبہ کرو تو تمھارے اصل زر تمہارے ہی رہیں گے۔ نہ تم ظلم کروگے، نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔''

(سورة البقرة آیات 279، 280)

❁❁❁❁❁

سب کچھ تیری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے

Nayaab Travel Fernreisen

احمدی احباب کے لئے ڈسلڈورف میں دنیا بھر کے خوشگوار سفر اور کم قیمت ٹکٹوں کے لئے ایک ہی نام۔ نایاب ٹریول۔

مزید معلومات اور فوری بکنگ کے لئے بی۔ بیگ اور نصیر بیگ سے رابطہ کریں

لندن جانے کے لئے فیری کے سستے ٹکٹ ہم سے خرید فرمائیں

Tel: 00 49 - 211 - 2205611 Fax: 00 49 - 211 - 220 5613

e-mail: nayaab@web.de

Pionier Str. 15 40215 - Dusseldorf (Germany)

MOT

Cars: £35 Vans: £40

Servicing, Tyres & Exhausts.

Mechanical Repairs

All Makes & Models

Rutlish Auto Care Centre

Rutlish Road

Wimbledon - London

Tel: 020 8542 3269

خطبہ جمعہ

اللہ تعالیٰ پر توکّل کا حق اس وقت ادا ہوسکتا ہے جب اس پر کامل یقین ہو، اس کی تمام قدرتوں اور اس کی صفات پر مکمل ایمان ہو، اس کے حکموں کی مکمل تعمیل ہو رہی ہو۔

توکّل یہی ہے کہ اسباب جو اللہ تعالیٰ نے کسی امر کے حاصل کرنے کے واسطے مقرر کئے ہوئے ہیں ان کو حتی المقدور جمع کرو اور پھر خود دعاؤں میں لگ جاؤ۔

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالیٰ پر کامل توکّل کے شاندار اور بے نظیر واقعات کا روح پرور تذکرہ)

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز- فرمودہ 8/اپریل 2005ء بمطابق 8/شہادت 1384 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کررہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهِ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ-اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ-مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ-اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ-صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ۔

﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ- وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا﴾ (سورة الاحزاب آیت نمبر4) **اور اللہ** ہی پر توکل کر اور اللہ ہی کارساز کے طور پر کافی ہے۔ یہ قرآنی فرمان اصل میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک تسلی کا پیغام تھا کہ اے نبی! صلی اللہ علیہ وسلم تو بھی بے فکر رہ اور اپنے صحابہؓ کو بھی تسلی کروا دے کہ جیسے بھی حالات ہوں۔ ہوسکتا ہے وسیع پیمانے پر تجھے اور تیری جماعت کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے، تمام قبائل جمع ہو کر تجھے اور تیری جماعت کو ختم کرنے کی کوشش کریں لیکن یہ کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔ پہلے بھی اللہ تعالیٰ کارساز رہا ہے، تجھے ہر مشکل اور ہر مصیبت سے نکالتا رہا ہے اور آئندہ بھی وہی کارساز ہے۔ جیسے مرضی حالات ہوں، دشمن کے جو بھی منصوبے ہوں، جیسے بھی منصوبے ہوں، دشمن کبھی بھی اسلام کو مٹانے کی کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ پس آپ اسی پر ہمیشہ کی طرح توکل کرتے رہیں۔ یہ تسلّی خدا تعالیٰ نے اس لئے نہیں دی تھی کہ خدانخواستہ آپؐ خوفزدہ تھے یا توکّل میں کوئی کمی آ گئی تھی۔ بلکہ یہ صحابہ کے حوصلے بڑھانے کے لئے تھا کہ کسی کمزور دل میں بھی کبھی یہ خیال نہ آئے کہ ہم کمزور ہیں اور اتنی طاقتوں کے سامنے ہم کس طرح مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اور پھر یہ بھی کہ دشمن پر بھی اظہار ہو جائے کہ ہم تمہارے سامنے جھکنے والے نہیں، ہم ہمیشہ کی طرح اس خدائے واحد پر ہی توکّل کرتے ہیں اور اس یقین سے پُر ہیں کہ وہ ہمیشہ کی طرح ہمارا مددگار ہوگا، ہماری مدد فرماتا رہے گا۔ اور دشمن ہمیشہ کی طرح ناکام و نامراد ہوگا۔ اس کی یہ خواہش کبھی پوری نہیں ہوگی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یا اسلام کو کوئی نقصان پہنچا سکے۔

پس جیسا کہ میں نے کہا کہ آپؐ کو تو پہلے سے ہی خدا پر اس قدر یقین تھا اور توکّل تھا کہ جس کی کوئی انتہا نہیں۔ آپؐ نے تو توکّل کے اُس وقت بھی اعلیٰ معیار قائم کئے تھے جب آپؐ کے ساتھی کمزور تھے اور دشمن کے مقابلے کے لئے ہاتھ نہیں اٹھا سکتے تھے۔ آپؐ نے تو اس وقت بھی توکّل کے نمونے دکھائے جب آپؐ اکیلے تھے اور اکیلے ہی دوسرے شہروں میں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کے لئے چلے جایا کرتے تھے۔ آپؐ کو تو اس وقت بھی خدا تعالیٰ کی ذات پر پورا بھروسہ تھا اور توکل اور یقین تھا کہ آخرکار جیت میری ہی ہونی ہے۔ اور آپؐ نے تو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق یہی آواز بلند کی ﴿قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآاِلٰهَ اِلَّا هُوَ- عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ﴾ (الرعد:31)۔ کہ تُو کہہ دے وہ میرا ربّ ہے کوئی معبود اس کے سوا نہیں، اسی پر مَیں توکل کرتا ہوں اور اسی کی طرف میرا عاجزانہ جھکنا ہے۔ پس یہ آپؐ کے توکّل کی قرآنی گواہی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو یہ اعلان کرنے کے لئے کہہ رہا ہے کہ مَیں جو تیرے دل کا بھی حال جانتا ہوں، مَیں یہ کہتا ہوں کہ اعلان کر دے کہ تو نے ہمیشہ مجھ پر توکّل کیا ہے۔ پھر پہلی کتابوں میں بھی آپ کی اعلیٰ صفات کا ذکر ملتا ہے جن میں توکّل کی صفت بھی ہے۔

اس بارے میں ایک روایت میں یوں ذکر آتا ہے۔ حضرت عطا بن یسارؓ سے روایت ہے آپؓ بیان کرتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے ملا۔ مَیں نے کہا مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس صفت کے متعلق بتائیں جو تورات میں مذکور ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ اللہ کی قسم! آپؐ کو تورات میں بعض ایسی صفات سے موصوف کیا گیا ہے جن سے قرآن میں بھی آپؐ کو موصوف کیا گیا ہے۔ پھر قرآنی آیت پڑھی کہ ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا﴾ (الاحزاب:46)۔ کہ اے رسول! یقیناً ہم نے تجھے شاہد اور مبشر اور ڈرانے والا بنا کر اور امیوں کے لئے محافظ بنا کر بھیجا ہے۔ تُو میرا بندہ اور رسول ہے۔ سَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّلْ مَیں نے تیرا نام متوکل رکھا ہے۔ یہ توراۃ کی گواہی ہے۔ آپؐ ہمیشہ خدا تعالیٰ پر توکّل کرنے والے ہیں۔ آگے روایت اس طرح چلتی ہے کہ آپؐ نہ تندخو ہیں، نہ سخت (دل) اور نہ گلیوں میں شوروغوغا کرنے والے ہیں اور نہ بدی کا بدی سے جواب دینے والے ہیں۔ بلکہ درگزر کرنے والے اور معاف کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہرگز آپؐ کو وفات نہ دے گا جب تک کہ آپؐ کے ذریعہ سے ٹیڑھی قوم کو سیدھا (نہ) کر دے اور لوگ یہ کہنے لگیں کہ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰه اور آپؐ کے ذریعہ سے اندھے بینا ہوں اور بہرے سننے لگیں اور دلوں کے پردے اٹھ جائیں۔

(بخاری کتاب البیوع باب کراهیة الصخب فی السوق)

پس یہ وہ متوکّل انسان تھا جس کا نام سینکڑوں ہزاروں سال پہلے سے اللہ تعالیٰ نے مُتوکّل رکھ دیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف خود توکّل کے اعلیٰ نمونے دکھائے بلکہ اپنے ماننے والوں میں، اپنی امت میں بھی یہ وصف پیدا کرنے کی کوشش فرمائی۔ آپؐ کی زندگی میں جو توکّل کی مثالیں ملتی ہیں، ان میں سے چند مثالیں یہاں رکھتا ہوں۔

لیکن پہلے یہ مختصراً بتا دوں کہ توکّل کہتے کسے ہیں؟ کیا ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جانے کو؟ کچھ کام نہ کرنے کو؟ اور صرف یہ کہنا کہ ہم بیٹھے ہیں، اللہ تعالیٰ ہماری ضروریات پوری کر دے گا۔ یہ توکّل نہیں ہے۔ بلکہ تمام وسائل کو بروئے کار لا کر، استعمال کر کے پھر اللہ تعالیٰ پر انحصار کرنا اور اس کے آگے جھکنا، یہ توکل ہے۔

اس کی تعریف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یوں فرمائی ہے کہ:

''توکل یہی ہے کہ اسباب جو اللہ تعالیٰ نے کسی امر کے حاصل کرنے کے واسطے مقرر کئے ہوئے ہیں، ان کو حتی المقدور جمع کرو اور پھر خود دعاؤں میں لگ جاؤ کہ (اے) خدا! تو ہی اس کا انجام بخیر کر۔ صدہا آفات ہیں اور ہزاروں مصائب ہیں جو اُن اسباب کو بھی برباد و تہ و بالا کر سکتے ہیں، اُن کی دست برد سے بچا کر ہمیں سچی کامیابی اور منزل مقصود پر پہنچا''۔

(الحکم جلد 7 مورخہ 24/ مارچ 1903ء صفحہ 10)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریق تھا کہ جب بھی کوئی مشکل گھڑی آتی جس سے آپؐ

کے دل میں گھبراہٹ پیدا ہوتی تو آپؐ تمام ظاہری کوششیں کرنے کے بعد، تمام ظاہری اسباب استعمال کرنے کے بعد، اللہ تعالیٰ پر معاملہ چھوڑ دیا کرتے تھے۔

چنانچہ ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ گھبراہٹ کے وقت آپؐ فرماتے کہ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے۔ وہ ربّ ہے۔ بڑے تختِ حکومت کا، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ آسمانوں کا ربّ ہے، وہ زمینوں کا رب ہے۔ وہ بزرگ تخت کا ربّ ہے۔ یعنی وہی ہر چیز کا مالک ہے، وہی اس کا ربّ ہے، اس لئے اسی پر ہر قسم کا انحصار ہونا چاہئے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ بڑے بڑے مواقع پر بھی آپؐ اسی طرح توکل فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح کوئی بات ہی نہیں ہوئی۔ اپنی طرف سے اسباب استعمال کر لئے اس کے بعد ہر چیز خدا پر چھوڑ دی۔

دیکھیں وہ واقعہ جب آپؐ اکیلے ہیں، طائف کے سرداروں کو تبلیغ کے لئے نکلے ہیں جنہوں نے ظلم کی انتہا کی۔ واپس آتے ہیں، بظاہر مکہ میں بھی داخل ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ ایک خادم ساتھ ہیں، اور خادم پریشان ہے اب کیا ہوگا؟ لیکن آپؐ کو اپنے رب پر پورا توکّل ہے۔ چنانچہ اس کا ذکر کرتے ہوئے وہی خادم حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب مَیں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اب آپؐ مکہ میں کیسے داخل ہوں گے جبکہ وہ آپؐ کو نکال چکے ہیں۔ اِدھر بھی رستہ نہیں ہے، اُدھر بھی رستہ نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس شان توکّل سے جواب دیا کہ اے زید! تم دیکھو گے کہ اللہ تعالیٰ ضرور کوئی راہ نکال دے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے دین کا مددگار رہے۔ وہ اپنے نبی کو غالب کرکے رہے گا۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سردارانِ قریش کو پیغام بھجوائے کہ آپؐ کو اپنی پناہ میں لے کر مکّہ میں داخلے کا انتظام کریں۔ سارے سرداروں نے انکار کیا۔ آخر ایک شریف سردار مطعم بن عدی نے آپؐ کو اپنی پناہ میں مکّہ میں داخل کرنے کا اعلان کیا۔ (ابن سعد) پس رواج کے مطابق آپؐ نے تدبیر تو کی لیکن توکل اپنے خدا پر ہی تھا اور اس تدبیر سے پہلے ہی آپؐ کو یقین تھا کہ میں ضرور داخل ہو جاؤں گا۔

پھر دیکھیں شان توکل اور یقین کہ اللہ تعالیٰ نیک کام میں ضرور مدد کرتا ہے۔ اس لئے ہر نیکی کے کام میں اس پر توکّل کرتے ہوئے اس کو سرانجام دینے کی کوشش کرنی چاہئے کہ مخالف ترین سردار قریش جو تھا اس کے پاس بھی ایک غریب آدمی کا حق دلوانے کے لئے تشریف لے گئے۔ چنانچہ اس واقعہ کا ذکر یوں آتا ہے کہ:

ایک دفعہ اراشہ نامی شخص مکّہ میں کچھ اونٹ بیچنے آیا اور ابوجہل نے اس سے کچھ اونٹ خرید لئے۔ مگر اونٹوں پر قبضہ کر لینے کے بعد قیمت ادا کرنے سے انکاری ہو گیا یا ٹال مٹول سے کام لینے لگا۔ اس پر وہ شخص جو مکّہ میں اکیلا تھا، مسافر تھا، کوئی اس کا دوست ساتھی نہیں تھا بے یارو مددگار تھا، بہت پریشان ہوا اور چند دن تک اسی طرح ابوجہل کے پیچھے پھرتا رہا، اس کی منّت سماجت کرتا رہا۔ مگر ہر دفعہ اس کو اسی طرح ٹال مٹول سے جواب ملتا رہا، آخر ایک دن وہ کعبہ میں جہاں قریش سردار بیٹھے ہوئے تھے گیا، اور کہنے لگا کہ اے معززین قریش! آپ میں سے ایک شخص ابوالحکم ہے۔ اس نے میرے اونٹوں کی قیمت دبا رکھی ہے مہربانی کرکے مجھے اس سے دلوا دیں۔ قریش کو شرارت سوجھی، انہوں نے مذاقاً کہا کہ ایک شخص ہے محمد بن عبداللہ نامی وہ تمہیں یہ قیمت دلوا سکتا ہے، تم اس کے پاس جاؤ۔ ان کا تو یہی خیال تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب یہ جائے گا تو آپؐ ہر حال میں انکار کریں گے۔ اور جب آپؐ انکار کریں گے تو ان لوگوں کو ایک تو مذاق اڑانے کا موقع ملے گا، دوسرے باہر سے آنے والے لوگوں کو آپؐ کی حیثیت کا پتہ لگ جائے گا۔ بہرحال جب یہ اراشہ وہاں پہنچا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اپنا مدعا بیان کیا کہ اس طرح مَیں نے ابوجہل سے رقم لینی ہے۔ قریش نے اس آدمی کے پیچھے بھی اپنا ایک آدمی بھیج دیا کہ دیکھیں اب کیا ہوتا ہے۔ بہرحال اس نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی کہانی سنائی اور یہ ذکر کیا کہ ابوالحکم نے میری رقم دبا رکھی ہے اور مجھے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ آپ ہی ہیں جو میری رقم دلوا سکتے ہیں۔ آپؐ کی بڑی منت کی کہ مجھے یہ رقم دلوا دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً اٹھے اور کہا چلو مَیں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ ابوجہل کے مکان پر آئے اور دروازے پر دستک دی، اس کو باہر بلوایا۔ وہ باہر آیا تو آپؐ کی شکل دیکھتے ہی ایک دم حیران پریشان ہو گیا۔ آپؐ نے کہا تم نے اس آدمی کی یہ رقم دینی تھی وہ تم ادا کر دو۔ اس نے کہا ٹھہریں مَیں ابھی رقم لے کے آتا ہوں۔ دیکھنے والے کہتے ہیں کہ اس وقت ابوجہل کا رنگ بالکل فق ہو رہا تھا۔ کہا محمد! ٹھہرو مَیں ابھی اس کی رقم لاتا ہوں۔ چنانچہ وہ رقم لے کر آیا اور اسی وقت اس شخص کے حوالے کر دی۔ اور وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شکریہ ادا کرکے چلا گیا۔ پھر وہ قریش کی مجلس میں دوبارہ گیا اور ان کا بھی شکریہ ادا کیا کہ تم نے مجھے صحیح آدمی کا پتہ بتایا تھا جس کی وجہ سے مجھے رقم مل گئی ہے۔ اس پر وہ جو سارے رؤسا بیٹھے تھے بڑے پریشان ہوئے۔ پھر جب وہ آدمی جس کو پیچھے بھیجا تھا آیا تو اس سے پوچھا کہ کیا ہوا تھا۔ اس نے یہ سارا قصہ سنایا تو یہ سب لوگ بڑے حیران تھے۔ تھوڑی دیر بعد ابوجہل خود بھی وہاں اس مجلس میں آ گیا تو اس کو دیکھتے ہی لوگوں نے پوچھا یہ تم نے کیا کیا کہ فوری طور پر اندر گئے اور ساری رقم واپس کر دی۔ اس قدر تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ڈر گئے تھے۔ اس نے کہا خدا کی قسم! جب مَیں نے محمد کو اپنے دروازے پر دیکھا تو مجھے یوں نظر آیا کہ اس کے ساتھ لگا ہوا ایک مست اور غضب ناک اونٹ کھڑا ہے اور مَیں سمجھتا تھا کہ مَیں نے اگر ذرا بھی چون و چرا کیا تو وہ اونٹ مجھے چبا جائے گا۔

(بحوالہ سیرت خاتم النبیین صفحہ 162-163۔ السیرۃ النبویۃ لأبن ھشام صفحہ281 زیر أمر الأراشی الذی باع اباجھل ابلہ)

تو دیکھیں، جیسا کہ مَیں نے کہا، کفار نے تو اس نیت سے کہا تھا کہ آپؐ انکار کریں اور آپؐ کی سُبکی ہو اور باہر کے لوگوں پر آپؐ کا اثر نہ ہو۔ لیکن آپؐ کو اپنے خدا پر کامل توکّل تھا۔ اس لئے فوری طور پر اٹھے اور ساتھ چل دیئے۔ یہ نہ دیکھا کہ وہ کتنا بڑا سردار ہے اور کتنا میرا مخالف ہے۔ پھر کفار کا یہ خیال بھی شاید ہو کہ اگر چلے بھی گئے تو ابوجہل آپؐ سے سختی سے پیش آئے گا اور اس وقت اس شخص کے سامنے آپؐ کی حیثیت ظاہر ہو جائے گی۔ لیکن خدا تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق اس توکّل کے نتیجہ میں کیسا انتظام فرمایا کہ وہ مجبور ہو گیا۔ ایسے حالات پیدا کئے، اس کو ایسا خوفناک قسم کا اونٹ آپؐ کے پیچھے نظر آنے لگا جس کی وجہ سے وہ فوری طور پر گیا اور ساری رقم ادا کر دی۔

پھر ہجرت کے وقت دیکھیں خدائی وعدوں پر یقین اور توکل کی وجہ سے دشمن کے سامنے سے نکل گئے اور کسی قسم کا خوف اور ڈر آپؐ کی طبیعت میں پیدا نہیں ہوا۔ یہ واقعہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ قریش کے مختلف قبائل سے تعلق رکھنے والے ان کے بڑے رؤساء آپؐ کے مکان کے ارد گرد جمع ہو گئے اور مکان کو گھیرے میں لے لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کا نام لے کر اپنے گھر سے نکلے حالانکہ سارے سردار اور قبائل کے لیڈر آپؐ کے دروازے کے سامنے کھڑے تھے لیکن ان کے ذہن میں یہ کبھی خیال بھی نہیں آ سکتا تھا اور کچھ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا کہ اس طرح اتنی جرأت سے ہمارے سامنے سے نکل سکتے ہیں۔ بہرحال آپ اپنی جگہ حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر لٹا کر وہاں سے نکلے اور پھر توکّل یہ بھی تھا اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین تھا کہ حضرت علیؓ کو فرمایا کہ تم فکر نہ کرو میرے اس بستر میں لیٹ جاؤ۔ لیکن تمہیں یہ ضمانت ہے کہ تمہیں کسی قسم کا کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

پھر جب آپؐ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ غار ثور میں پہنچے تو وہاں جا کر بھی توکّل کی کیا اعلیٰ مثال ہمیں نظر آتی ہے کہ جب دشمن کو گھر سے یہ پتہ لگا کہ آپؐ تو جا چکے ہیں۔ اور آپ کے بستر پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لیٹے ہوئے ہیں تو اس وقت بڑے پریشان ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں بھی گئے وہاں عورتوں سے زیادتیاں بھی کیں، سختیاں بھی کیں۔ پھر یہ لوگ جب آپؐ کی تلاش میں غار کے بالکل قریب پہنچ گئے اور اتنے قریب پہنچ گئے کہ ان کے قدم بھی نظر آنے لگ گئے تھے، ان کی باتیں بھی سنائی دینے لگ گئی تھیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی یہ باتیں سن کر پریشان ہو رہے تھے۔ لیکن یہاں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے توکّل کی ایک اَور شان نظر آتی ہے۔ آپؐ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو فرماتے ہیں کہ پریشان نہ ہو۔ فرمایا ﴿لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا﴾ (التوبۃ:40) کہ گھبراؤ نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر فرمایا کہ اے ابوبکر! تم ان دو شخصوں کے متعلق کیا گمان کرتے ہو جن کے ساتھ تیسرا خدا ہے۔

ایک دوسری روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ! مَیں اپنی جان کے لئے نہیں گھبرا رہا اگر میں مارا جاؤں تو میں بس اکیلی جان ہوں لیکن خدانخواستہ اگر آپؐ پر کوئی آنچ آئے تو پھر تو گویا ساری امت کی امت ہی مٹ گئی۔ تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا کہ گھبراؤ نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

پھر جب تین دن کے بعد غار سے نکلے اور مدینہ کی طرف سفر شروع ہوا تو اس وقت بھی توکّل کی ایک اور شان نظر آتی ہے۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے دیکھا کہ ایک شخص گھوڑا دوڑائے ہوئے ان کے پیچھے آ رہا ہے۔ اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پھر گھبرا کر کہا یا رسول اللہ! کوئی ہمارا تعاقب کر رہا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کوئی فکر نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ کیسا اللہ پر توکل تھا۔ آپؐ کو یقین تھا، خدا پر توکّل تھا کہ ہم اس کی خاطر نکلے ہیں اس کے حکم سے نکلے ہیں وہ خود ہی ہماری حفاظت فرمائے گا۔

چنانچہ سراقہ خود اس واقعہ کو بیان کرتا ہے کہ مَیں ان کے تعاقب میں نکلا اور جب مَیں قریب پہنچ گیا تو گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور مَیں زمین پہ گر گیا۔ پھر تیر چلا کے فال نکالی تو فال اس کے اس تعاقب کے خلاف نکلی۔ لیکن پھر بھی کیونکہ لالچ تھا، کفار نے اعلان کیا ہوا تھا جو پکڑ کے لائے گا اس کو

سواونٹ ملیں گے۔ تو یہ جوسوسو اونٹوں کا لالچ تھا وہ اُس کو اِس بات پر مجبور کر رہا تھا کہ وہ فال کو تسلیم نہ کرے اور تعاقب کرے۔ اس نے پھر تعاقب شروع کیا۔ پھر گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور پھر گر گیا۔ یہ کہتا ہے کہ میں اتنی قریب پہنچ گیا تھا کہ آپؐ قرآن کریم پڑھ رہے تھے اور مَیں آپؐ کی تلاوت کی آواز سن رہا تھا۔ اور جب یہ صورتحال تھی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بار بار مڑ کر پیچھے دیکھتے تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ بھی مڑ کر پیچھے نہیں دیکھا۔ آپؐ کو تو اپنے خدا پر پورا بھروسہ تھا، پورا یقین تھا، کامل توکل تھا کہ وہ حفاظت فرمائے گا۔ اس لئے محسوس ہی نہ کیا کہ پیچھے مڑ کر دیکھیں۔ بہرحال جب اس نے پھر فال نکالی تو پھر اس کے خلاف آئی۔ پھر اس نے تعاقب کرنا چھوڑ دیا، لیکن آپؐ کو آواز دے کر یہ کہا کہ مَیں اس نیت سے آیا تھا اور مَیں سمجھتا ہوں کہ میرا تعاقب غلط تھا اور مَیں واپس جا رہا ہوں۔ لیکن اس کی یہ درخواست تھی۔ دیکھیں کہاں تو وہ شخص جو پکڑنے آیا تھا اور کہاں یہ معاملہ کہ جب وہ اپنا سارا قصہ سنا کر جانے لگا تو اس نے آپؐ سے ایک تحریر لی کہ جب آپؐ کو سارے عرب پر غلبہ عطا ہوگا تو میرا بھی خیال رکھیں۔ اور پھر وہ اپنی امان کا پروانہ لے کر واپس مڑا کہ میرا خیال رکھا جائے گا۔ اس پر آپؐ نے سراقہ کو یہ خوشخبری بھی دی تھی کہ تیرا کیا حال ہوگا جب کسریٰ کے کنگن تجھے پہنائے جائیں گے۔ سراقہ اس بات پر بڑا حیران ہوا۔ چنانچہ یہ بات بھی حضرت عمرؓ کے زمانے میں پوری ہوئی۔

(ماخوذ ازسیرت خاتم النبیین از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اور سیرت کی دو کتب سیرت الحلبیه و شرح مواهب اللدنیه)

پھر دیکھیں کفار نے آپؐ کے مدینہ ہجرت کرنے کے بعد آپؐ پر جنگ ٹھونسی۔ تو آپؐ معمولی تعداد صحابہؓ کے ساتھ جو پوری طرح ہتھیاروں سے بھی لیس نہ تھے اللہ تعالیٰ پر توکّل کرتے ہوئے اپنے سے بڑی اور تعداد کے لحاظ سے بھی اور تجربے کے لحاظ سے بھی اور ہتھیاروں کے لحاظ سے بھی، جو اچھی طرح لیس فوج تھی اس کے مقابلے پہ نکل کھڑے ہوئے۔ چنانچہ اس واقعہ کا ذکر یوں آتا ہے کہ جنگ بدر کے روز آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لشکر کی صف بندی کرنے اور انہیں تفصیلی ہدایت دینے کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور دعاؤں میں لگ گئے اور یہ دعا کی کہ اَللّٰھُمَّ اِنْ تھْلِک ھٰذِہِ الْعِصَابَۃَ مِنْ اَھْلِ الْاِسْلَامِ لَا تُعْبَدُ فِی الْاَرْضِ کہ اے اللہ! یہ مسلمانوں کی جماعت اگر تو نے آج ہلاک کر دی تو پھر زمین میں تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔

(مسلم کتاب الجهاد والسير باب الأمداد بالملٰئكة فى غزوة بدر)

آپؐ ہاتھ پھیلائے مسلسل نہایت درد کے ساتھ یہ دعا کر رہے تھے۔ راوی کہتے ہیں یہاں تک کہ جس شدت سے، تڑپ سے دعا ہو رہی تھی اس سے آپؐ کا جسم ہلتا تھا تو چادر آپؐ کے کندھوں سے گر جاتی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ آگے بڑھے، آپؐ کی چادر آپؐ کے کندھے پر ڈالی اور عرض کی کہ اے اللہ کے نبی! بس کریں، آپؐ نے اپنے رب سے بہت دعا کر لی ہے۔ اللہ ضرور آپؐ سے کئے ہوئے وعدے پورے کرے گا۔

یہ دعا، یہ گریہ وزاری، یہ آہ وبکا اس لئے نہیں تھی کہ آپؐ کو کوئی خوف تھا کہ پتہ نہیں خدا تعالیٰ مدد کرتا ہے یا نہیں کرتا۔ اگر ایسی کیفیت ہوتی تو تھوڑے سے اور معمولی ہتھیاروں کے ساتھ صحابہؓ کو لے کر جنگ کے لئے باہر نہ نکلتے۔ یہ دعا جو تھی یہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے کے لئے تھی اور یہ ضروری چیز ہے۔ اس لئے صف بندی کرنے کے بعد ان سب کو سمجھا کر کہ جنگ کے طریقے کیا ہوں، کس طرح جنگ کی جائے گی، کہاں کہاں کس نے کھڑے ہونا ہے۔ پھر آپؐ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا مانگتے ہیں کہ جو ظاہری سامان اور تدبیر تھی ، جو اسباب ہمیں میسر تھے وہ تو ہم نے کر دیئے ہیں اور یہ سب کچھ تجھ پر توکّل کرتے ہوئے کیا ہے۔ اس لئے اے خدا! اب اپنے وعدے کو بھی پورا کرنا۔ آج ان صحابہؓ کے ایمانوں میں اضافے اور اپنے توکّل میں زیادتی کے لئے اپنی مدد کے ایسے نظارے دکھا جو اِن کو ہمیشہ یاد رہیں۔ جو بعد میں آنے والوں کو بھی یاد رہیں۔ جہاں تک آپؐ کے اپنے ذاتی یقین کا تعلق تھا وہ تو اس قدر تھا کہ آپؐ نے جنگ سے پہلے ہی یہ بتا دیا تھا کہ دشمن کا فلاں شخص کہاں گرے گا اور فلاں شخص کس طرح مرے گا۔

چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے کہ جنگ بدر کے دن جنگ سے قبل آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان کی بعض جگہوں پر اپنے ہاتھ سے نشان لگائے اور فرمایا یہاں فلاں آدمی ہلاک ہوگا اور اس کے گرنے کی جگہ یہ ہے اور یہ فلاں دشمن کے ہلاک ہونے اور گرنے کی جگہ ہے۔ اور حضرت سعد بن عبادہؓ کہتے ہیں کہ جہاں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نشان لگایا تھا اس سے ذرا بھی فرق نہ ہوا اور ہر ایک کافر اسی جگہ ہلاک ہو کر گرا۔ (مسلم كتاب الجهاد والسير باب غزوه بدر)

پھر دیکھیں اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین اور توکّل کی ایک اور مثال۔ حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنگی مہم پر گئے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے ساتھ واپس آ رہے تھے تو دوپہر کا وقت ہوا اور قافلہ ایک وادی میں پہنچا جہاں بہت سے درختوں کے جھنڈ تھے۔ تو آپؐ نے بھی وہاں پڑاؤ ڈالا۔ اور مختلف لوگ مختلف جگہوں پر بکھر گئے۔ سائے میں بیٹھ گئے یا لیٹ گئے آرام کرنے لگے۔ آپؐ نے بھی ایک درخت کے نیچے آرام فرمایا اور اپنی تلوار درخت پہ لٹکا دی۔ (یہ عام واقعہ ہے اکثر نے سنا ہوگا) تھوڑی دیر بعد آپؐ کو کسی دیہاتی نے جگایا۔ ایک دیہاتی آپؐ کے پاس کھڑا تھا اور اس کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ آپؐ نے صحابہؓ کو آواز دے کر یہ سارا واقعہ سنایا کہ دیکھو میں سویا ہوا تھا یہ دیہاتی آیا اور اس نے مجھے جگا کر کہا کہ بتاؤ مجھ سے تمہیں کون بچائے گا۔ تو میں نے تین بار کہا اللہ، اللہ، اللہ۔ اس پر تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی اور وہ کچھ بھی نہ کر سکا۔

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ جب تلوار گر گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تلوار اٹھا لی اور فرمایا کہ اب تمہیں کون بچا سکتا ہے۔ اس پر وہ بہت گھبرایا اور معافیاں مانگنے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ کیا تو گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور مَیں اللہ کا رسول ہوں۔ اس نے جواب دیا میں یہ نہیں مانتا لیکن میں آپؐ سے یہ عہد کرتا ہوں کہ آئندہ آپؐ سے کبھی نہیں لڑوں گا اور نہ ان لوگوں کے ساتھ شامل ہوں گا جو آپؐ سے لڑتے ہیں۔ خیر آپؐ نے اس کو معاف کر دیا۔ اور جب وہ اپنے لوگوں میں واپس گیا تو اس نے جا کے اعلان کیا کہ میں ایک ایسے شخص کے پاس سے آیا ہوں جو دنیا میں سب سے بہتر ہے۔ (بخاری كتاب المغازی باب غزوة ذات الرقاع)

اب دیکھیں یہاں بھی جو شخص قتل کی نیت سے آیا تھا۔ ہاتھ جوڑ کر اپنی آزادی کی بھیک مانگ رہا ہے، اپنی جان بخشی کی بھیک مانگ رہا ہے۔

پھر جنگ احزاب ہے جس میں مسلمانوں پر انتہائی تنگی کے دن تھے۔ مدینہ میں رہ کر ہی دشمن کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ ہوا تھا اور یہ کسی خوف یا اللہ تعالیٰ پر توکّل کی کمی کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ جنگی حکمت عملی کے تحت تھا۔ اور مدینہ کے اردگرد ایک خندق کھودی گئی تھی کہ دشمن کے فوری طور پر یکدم حملہ کرنے سے اس خندق کی وجہ سے محفوظ رہا جا سکے۔ مسلمانوں کی ایسی حالت تھی، اکثر ان میں سے غریب تھے، اکثر روز کی روٹی کمایا کرتے تھے تو باوجود اس تنگی کے سب نے اکٹھے ہو کر اس خندق کی کھدائی میں حصہ لیا تاکہ ان حملوں سے محفوظ رہا جا سکے۔ اور تمام عرب کے بہت سارے قبائل اکٹھے ہو کر حملہ آور ہوئے تھے۔ مختلف روایتوں میں ان کی تعداد مختلف بتائی جاتی ہے۔ بہرحال کم سے کم تعداد بھی 10 ہزار بتائی جاتی ہے۔ کہیں 15 ہزار ہے، کہیں 24 ہزار ہے۔ ویسے تو 10 ہزار کی تعداد بھی مدینہ کی آبادی کے لحاظ سے، اس چھوٹے سے شہر کے لحاظ سے بہت بڑی تعداد ہے۔ بہرحال مسلمان اپنی تنگی کے حالات اور غربت کے حالات کے باوجود اس مقابلے کے لئے اور تھوڑی تعداد میں ہونے کے باوجود اتنی بڑی فوج کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے تھے۔ اور یہ حکمت عملی تھی کہ تھوڑی تعداد ہے اس لئے شہر کے اندر رہ کر مقابلہ کیا جائے۔ اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے آگاہ بھی کیا ہوا تھا۔ مسلمانوں کے ایمان میں مضبوطی بھی آ چکی تھی کثرت کو دیکھ کر مسلمان پریشان نہیں ہوئے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے توکل نے تو مسلمانوں کو اس وقت توکل میں اور بھی بڑھا دیا تھا۔ اور مخالفین اور منافقین کی باتیں سننے کے باوجود ان کے حوصلے پست نہیں ہوئے تھے۔

پھر دیکھیں ثابت قدمی اور توکل کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے بھی کیسا انتظام کیا کہ آندھی اور طوفان نے کفار کو خوفزدہ کر دیا اور وہ بھاگ گئے اور بھاگے بھی ایسی افراتفری میں کہ بہت سارا اپنا سامان خوراک اور دوسرا سامان چھوڑ کر چلے گئے جو مسلمانوں کے کام آیا۔ تو یہ تھا اللہ تعالیٰ پر توکّل کا نتیجہ۔

انہیں دنوں میں جب اس جنگ کی تیاری ہو رہی تھی، خندق کھودی جا رہی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے توکّل اور معجزے کی ایک اور مثال اس روایت میں ملتی ہے۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ جب ہم خندق کھود رہے تھے تو ایک سخت چٹان آئی اور ہم

BELA BOUTIQUE

ہرموسم اور موقع کے لئے زنانہ ملبوسات ، فینسی سینڈلز ،

مردانہ سوٹ ، اچکن ، پرنس سوٹ اور کھلا کپڑا

اس کے علاوہ کپڑوں کی سلائی اور مرمت Anderung کا مکمل انتظام ہے

Kaiser Str. 64 (Kaiserpassage-Laden 31-33) 60329 Frankfurt (Germany)

Tel: 069-24279400 - e:mail- BELAboutique@aol.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ چٹان آ گئی ہے۔ آپؐ نے فرمایا مَیں آتا ہوں۔ اور پھر آپؐ اٹھے اور اس حال میں کہ آپؐ کے پیٹ پر پتھر بندھے ہوئے تھے کیونکہ ہم نے تین دنوں سے کچھ بھی نہ کھایا تھا، رسول کریمؐ نے کدال پکڑی اور چٹان پر ضرب لگائی تو چٹان ریزہ ریزہ ہوگئی۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں کہ مَیں گھر سے ہو آؤں۔ چنانچہ آپؐ نے اجازت دی۔ حضرت جابرؓ اپنے گھر آئے، اپنی بیوی سے کہا کہ مَیں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی حالت دیکھی ہے کہ جس پر میں صبر نہیں کرسکتا۔ کیا تیرے پاس کھانے کے لئے کچھ ہے؟۔ تو اس نے کہا میرے پاس کچھ جو اور ایک بکری کا بچہ ہے۔ میں نے بکری کے بچے کو ذبح کیا اور میری بیوی نے جَو پیسے یہاں تک کہ ہم نے گوشت ہنڈیا میں ڈال دیا۔ اور میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس حالت میں پہنچا کہ ہنڈیا پکنے کو تیار تھی۔ مَیں نے عرض کی یا رسول اللہ! ہمارے ہاں کچھ کھانا تیار ہے بس آپ تشریف لے آئیں اور ایک دو اور آدمی ہمراہ لے آئیں۔ آپؐ نے دریافت فرمایا کھانا کتنا ہے؟ مَیں نے صورت حال بیان کر دی تو آپؐ نے فرمایا کہ بہت ہے اور عمدہ ہے، کَثِیْـــرٌ طَیِّـــبٌ۔ جاؤ اور اپنی بیوی سے کہہ دو کہ اس وقت تک ہنڈیا نہ اتارے اور تنور میں روٹی نہ لگائے جب تک مَیں نہ آ جاؤں۔ پھر آپؐ نے اعلان کر دیا کہ سب چلو۔ تمام مہاجرین اور انصار چل پڑے۔ وہ اپنی بیوی کے پاس پہنچے اور کہا تیرا بھلا ہو حضورؐ تو سب صحابہؓ کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں۔ اس نے کہا حضورؐ نے تم سے صورت حال پوچھی تھی؟ انہوں نے کہا ہاں پوچھی تھی اور مَیں نے سب حالات بتا دیئے تھے۔ بہر حال حضورؐ تشریف لائے اور آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا سب گھر میں آ جاؤ لیکن شور شرابہ نہیں کرنا۔ چنانچہ آپؐ روٹی اور سالن ڈال کر باری باری صحابہ کو دیتے جاتے۔ جبکہ آپؐ نے ہنڈیا اور آٹے کو ڈھانپ کے رکھا۔ اس کا ڈھکنا اٹھایا نہیں۔ اسی طرح آپؐ روٹی تقسیم فرماتے یہاں تک کہ سب نے پیٹ بھر کے کھانا کھایا اور پھر بھی کھانا باقی بچ گیا اور آپؐ نے کہا خود بھی کھاؤ اور لوگوں کو بھی بھجواؤ۔ کیونکہ کافی عرصے سے لوگوں کو بھوک برداشت کرنی پڑ رہی ہے۔ (بخاری کتاب المغازی باب غزوہ الخندق)

پس یہ آپؐ کا اللہ تعالیٰ پر کامل توکّل ہی تھا جس کی وجہ سے یہ یقین تھا کہ آپؐ کی دعا کی برکت سے اعجاز دکھایا جائے گا۔ تھوڑے سے اسباب مہیا ہونے کی دیر تھی کہ سارے شہر نے ایک بکری کے بچے اور چند کلو آٹے سے پیٹ بھر کر کھانا کھا لیا۔ جب آپؐ کے پاس کچھ اسباب ہو جاتے تھے تو آپؐ ان کو استعمال کرتے تھے لیکن توکّل ہمیشہ اللہ تعالیٰ پر رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کیا کرتے تھے۔ آپؐ کی دعاؤں کی چند مثالیں میں یہاں پیش کرتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کی نماز سے فارغ ہو جاتے تو یہ دعا کرتے کہ اے اللہ! یہ میری دعا ہے اور تو اسے قبول کرنے والا ہے اور اے اللہ! میری یہ کوشش ہے اور توکل تجھ پر ہی ہے۔ (ترمذی کتاب الدعوات باب منه دعا ...... اللهم انی اسئلک رحمة من عندک) جو بھی ان کے بعد دعائیں مانگتے ان کی قبولیت کے لئے دعا بھی کرتے اور پھر توکل کا اظہار بھی کرتے۔

پھر حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگا کرتے تھے کہ اے اللہ! میں تیری فرمانبرداری کرتا ہوں تجھ پر ایمان لاتا ہوں، تجھ پر توکل کرتا ہوں، تیری طرف جھکتا ہوں، تیری مدد سے دشمن کا مقابلہ کرتا ہوں۔ اے میرے اللہ! میں تیری عزت کی پناہ چاہتا ہوں۔ تیرے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ تو مجھے گمراہی سے بچا۔ تو زندہ ہے تیرے سوا کسی کو بقا نہیں۔ جنّ وانس سب کے لئے فنا مقدر ہے۔

(مسلم کتاب الذکر باب التعوذ من سوء القضاء ودرک الشقاء وغیرہ)

پھر ایک دعا کا اس طرح ذکر آتا ہے کہ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جب آپؐ رکوع میں جاتے تو یہ دعا کرتے تھے کہ ''اَللّٰھُمَّ لَکَ رَکَعْتُ وَبِکَ آمَنْتُ وَلَکَ اَسْلَمْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ أَنْتَ رَبِّیْ خَشَعَ سَمْعِیْ وَبَصَرِیْ وَدَمِیْ وَلَحْمِیْ وَعَظْمِیْ وَعَصْبِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ'' کہ اے اللہ مَیں نے تیرے لئے رکوع کیا میں تجھ پر ایمان لایا، تیرے لئے مسلمان ہوا، اور تجھ پر توکل کیا۔ تو ہی میرا رب ہے۔ میری سماعت اور بصارت، خون اور گوشت اور ہڈیاں اور اعصاب اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہیں۔ جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

(النسائی کتاب التطبیق باب نوع آخر)

حضرت امّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر سے نکلتے تو یہ دعا پڑھا کرتے تھے کہ: 'بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ اَنْ اَضِلَّ اَوْ اُضَلَّ اَوْ اَزِلَّ اَوْ اُزَلَّ اَوْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ اَوْ اَجْھَلَ اَوْ یُجْھَلَ عَلَیَّ''، یعنی اللہ کے نام کے ساتھ، اللہ تعالیٰ ہی پہ توکل کرتا ہوں۔ اے میرے اللہ میں گمراہ ہونے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اسی طرح گمراہ کئے جانے سے بھی۔ پھسلنے اور پھسلائے جانے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اور پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ مَیں کسی پر ظلم کروں یا کوئی مجھ پر ظلم کرے۔ اور اس بات سے بھی کہ مَیں کسی سے جہالت سے پیش آؤں اور اُس پر زیادتی کروں یا کوئی مجھ سے جہالت سے پیش آئے۔ (ترمذی ابواب الدعوات باب منه دعاء :بسم الله توکلت علی الله ......) یعنی اللہ ہی پر توکل کرتے ہوئے اللہ سے یہ دعا مانگتے تھے کہ اے اللہ! تجھ پر توکل کرتا ہوں اس لئے مجھے ان سب برائیوں سے بچا کے رکھنا۔

پھر حضرت عبداللہؓ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کے وقت نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو یہ دعا کرتے کہ: ''اے اللہ! تیرے لئے ہر قسم کی تعریف ہے۔ تو زمین و آسمان کا نور ہے۔ اور تیرے لئے ہر قسم کی تعریف ہے اور تو زمین و آسمان کو قائم کرنے والا ہے۔ تیرے لئے ہر قسم کی تعریف ہے تو زمین و آسمان کا ربّ ہے اور اس کا بھی جو ان کے درمیان ہے۔ تُو حق ہے اور تیرا وعدہ بھی سچ ہے، حق ہے۔ اور تیری لقا بھی حق ہے اور جنت بھی حق ہے اور آگ بھی حق ہے اور قیامت بھی حق ہے۔ پھر فرماتے کہ اللہ! مَیں نے تیری فرمانبرداری اختیار کی اور تجھ پر ایمان لایا اور تجھ پر توکل کیا اور تیری طرف ہی جھکا اور تیری خاطر ہی جھگڑا کیا اور تجھے ہی حکم بنایا۔ پس تو مجھے معاف فرما دے ہر وہ خطا جو مجھ سے سرزد ہوئی اور جو آئندہ ہوگی اور ہر وہ خطا جو پوشیدہ طور پر یا اعلانیہ طور پر کروں، بخش دے وہ گناہ جو مَیں نے پہلے کئے اور جو بعد میں کئے اور جو مَیں نے نہ چھپائے اور جو مَیں نے ظاہر نہ کئے اور تو ہی میرا معبود ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

(ترمذی ابواب الدعوات باب ما جاء ما یقول اِذا قام من اللیل)

گویا آپؐ کی ہر دعا میں اس بات کا ضرور اظہار ہوتا تھا کہ میری ہر حرکت اور ہر سکون ہر کام تجھ پر توکّل کرتے ہوئے ہی ہے۔ اور تیری ذات پر یقین اور توکّل کے بغیر میری کوئی زندگی نہیں ہے۔ اور سب کچھ جو میری بہتری اور بھلائی میں ہے تجھ پر توکّل کرتے ہوئے تجھ سے ہی مانگتا ہوں۔

پھر دیکھیں اپنی آخری بیماری میں بھی کس طرح توکّل کا اظہار کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس آپؐ نے سات یا آٹھ دینار رکھوائے۔ آخری بیماری میں فرمایا اے عائشہ! وہ سونا جو تمہارے پاس تھا کیا ہوا؟ انہوں نے کہا وہ میرے پاس ہے۔ آپؐ نے فرمایا وہ صدقہ کر دو۔ پھر حضرت عائشہؓ کسی کام میں مصروف ہوگئیں۔ پھر ہوش آئی تو پوچھا کہ کیا صدقہ کر دیا ہے؟ انہوں نے کہا ابھی نہیں کیا۔ پھر آپؐ نے ان کو بھیجا کہ لے کے آؤ۔ آپؐ نے وہ دینار منگوائے، ہاتھ پر رکھ کر گنے اور فرمایا کہ محمدؐ کا اپنے رب پر کیا توکّل ہوا، اگر خدا سے ملاقات اور دنیا سے رخصت ہوتے وقت یہ دینار اس کے پاس ہوں۔ پھر حضورؐ نے وہ دینار صدقہ کر دیئے اور اسی روز آپؐ کی وفات ہوگئی۔

(صحیح ابن حبان باب ذکر من یستحب للمرء أن یکون......)

تو آپ کو یہ فکر نہیں تھی کہ میرے بعد میرے بیوی بچوں کا کیا ہوگا۔ بچے تھے، نواسے تھے، ان کے لئے کچھ چھوڑ جاؤں۔ اللہ تعالیٰ پر یہ توکّل تھا کہ وہ میرے بعد میری وجہ سے ان کا بھی کفیل ہوگا، ان کی ضروریات پوری کرتا رہے گا۔ اس لئے یہی حکم دیا کہ گھر میں جو کچھ ہے فوری طور پر صدقہ کر دو۔

پھر امت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ''اگر تم اللہ پر توکّل کرو جس طرح کہ اس پر توکّل کرنے کا حق ہے تو وہ ضرور تمہیں اسی طرح رزق دے گا جس طرح کہ پرندوں کو دیتا ہے۔ جو صبح خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر لَوٹتے ہیں۔ (ابن ماجه ابواب الزهد باب التوکل والیقین)

تو یہاں آپ نے توکّل کرنے کے حق کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اللہ تعالیٰ پر توکّل کا حق اس وقت ادا ہوسکتا ہے جب اس پر کامل یقین ہو۔ اس کی تمام قدرتوں اور اس کی صفات پر مکمل ایمان ہو۔ اس کے حکموں کی مکمل تعمیل ہو رہی ہو۔ تو جب تقویٰ کی ایسی حالت پیدا ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کے مطابق اپنے بندوں کا کفیل ہو جاتا ہے، ان کی ضروریات پوری کرتا ہے۔

پھر ایک روایت میں آتا ہے۔ آپؐ نے امت کو یہ خوشخبری دی۔ حضرت حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں سعید بن جبیرؓ کے پاس تھا انہوں نے کہا کہ مجھے ابن عباس نے بتایا کہ آنحضورؐ نے فرمایا میرے سامنے امتیں لائی گئیں۔ ان کے ساتھ ان کا نبی بھی تھا۔ ہر نبی کے ساتھ ایک گروہ تھا۔ ایک نبی کے ساتھ دس لوگ تھے، ایک نبی کے ساتھ پانچ تھے، ایک نبی کے ساتھ ایک تھا۔ پھر میں

نے ایک بہت بڑا گروہ دیکھا۔ میں نے پوچھا اے جبریل! کیا یہ میری امت ہے۔ انہوں نے کہا نہیں لیکن افق کی طرف دیکھیں۔ مَیں نے دیکھا تو ایک بہت بڑا گروہ تھا جبریل نے کہا یہ ستّر ہزار ہیں جو تیری امت کے ہراول دستے کے طور پر ہوں گے اور ان سے حساب نہ لیا جائے گا، نہ انہیں عذاب دیا جائے گا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں حضرت جبریل نے کہا کہ وہ تعویذ گنڈے نہیں کرتے تھے اور نہ وہ دَم دُرود کرتے تھے۔ اور نہ وہ بدشگون لیتے تھے اور اپنے رب پر توکّل کرتے تھے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو بے حساب جانے والے ہیں۔ اس پر مجلس میں بیٹھے ہوئے عکاشہ بن محصن کھڑے ہوئے۔ انہوں نے عرض کی حضور! آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں بنا دے۔ تو آپؐ نے فرمایا: اے عکاشہ! تُو بھی ان میں شامل ہے۔

(بخاری کتاب الرقاق باب یدخل الجنۃ سبعون ألْفًابغیر حساب)

تو آجکل کے حالات کے مطابق مسلمانوں میں تو یہ عموماً پایا جاتا ہے لیکن غیروں کی دیکھا دیکھی بعض احمدیوں میں بھی تعویذ گنڈوں پر اعتقاد پیدا ہو گیا ہے جو بالکل غلط چیز ہے۔ انڈیا پاکستان وغیرہ سے بھی اور بعض افریقن ممالک سے بھی بعض ایسے خط آتے ہیں جن سے ایسے لوگوں کی حالت کا پتہ لگتا ہے کہ ان کا بہت زیادہ اوٹ پٹانگ چیزوں پر اعتقاد بڑھ رہا ہے۔ پس اس روایت کی روشنی میں یہ دیکھیں اس سے ہمیشہ بچنا چاہئے۔ کیونکہ وہی لوگ جو اللہ پر توکل کرتے ہیں اور ان برائیوں سے بچنے والے ہیں، ٹونے ٹوٹکوں سے بچنے والے ہیں۔ تعویذ گنڈوں سے بچنے والے ہیں، وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے ہیں۔ اس لئے ہمیشہ اللہ تعالیٰ پر توکل رکھنا چاہئے اور اسی کی پناہ میں رہنا چاہئے۔ بلکہ آپؐ نے تو ایک جگہ یہ بھی فرمایا ہے کہ بدشگونی شرک ہے۔ تو آپؐ نے تین مرتبہ یہ بات دوہرائی اور فرمایا کہ توکّل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اسے دور فرما دیتا ہے۔ یعنی اگر توکّل کامل ہے تو پھر اگر دل میں کوئی خیال بھی پیدا ہوگا تو شاید اس توکّل کی وجہ سے دور ہو جائے۔ اس لئے یہ جو بدشگونی اور اس قسم کی چیزیں ہیں ان چیزوں سے بچنا چاہئے کیونکہ یہ شرک کے برابر ہیں۔ کتنا بڑا انذار ہے۔

پھر ایک روایت میں آتا ہے۔ حضرت عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابن آدم کے دل کی ہر وادی میں ایک گھاٹی ہوتی ہے۔ اور جس کا دل ان سب گھاٹیوں کے پیچھے لگا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ کون سی وادی اس کی ہلاکت کا سبب بنتی ہے۔ اور جو اللہ پر توکّل کرتا ہے تو اللہ اسے ان سب گھاٹیوں سے بچا لیتا ہے۔

(ابن ماجہ کتاب الزھد باب التوکل)

یعنی دنیا کی ہوا و ہوس، خواہشات اور لالچ کی وادیاں ہیں جن سے دل بھرا ہوا ہے۔ بہت سے ایسے ہیں جہاں غیر اللہ نے ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر توکّل کرنے کی بجائے دنیا کا خوف اور اس پر انحصار زیادہ ہوتا ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو ایسے لوگوں کی کچھ بھی پرواہ نہیں ہوتی۔ اور خدا تعالیٰ ہر موقعہ پر دل میں خیال آنے پر ایسے مواقع پیدا کر دیتا ہے کہ اس کا بندہ بچ جائے جس کو اللہ تعالیٰ پر کامل توکل ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''واقعات حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر کرنے سے یہ بات نہایت واضح اور نمایاں اور روشن ہے کہ آنحضرتؐ اعلیٰ درجہ کے یک رنگ، اور صاف باطن اور خدا کے لئے جانباز اور خلقت کے بیم و امید سے بالکل منہ پھیرنے والے اور محض خدا پر توکل کرنے والے تھے''۔ (اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے کوئی امید نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ خدا تعالیٰ پر مکمل توکل تھا) ''کہ جنہوں نے خدا کی خواہش اور مرضی میں محو اور فنا ہو کر اس بات کی کچھ بھی پروا نہ کی کہ توحید کی منادی کرنے سے کیا کیا بلا میرے سر پر آوے گی۔ اور مشرکوں کے ہاتھ سے کیا کچھ دکھ اور درد اٹھانا ہوگا۔ بلکہ تمام شدتوں اور سختیوں اور مشکلوں کو اپنے نفس پر گوارا کر کے اپنے مولیٰ کا حکم بجا لائے۔ اور جو جو شرط مجاہدہ اور وعظ اور نصیحت کی ہوتی ہے وہ سب پوری کی اور کسی ڈرانے والے کو کچھ حقیقت نہ سمجھا۔ ہم سچ سچ کہتے ہیں کہ تمام نبیوں کے واقعات میں ایسے مواضعات، خطرات اور پھر کوئی ایسا خدا پر توکل کر کے کھلا کھلا شرک اور مخلوق پرستی سے منع کرنے والا، اور اس قدر دشمن اور پھر کوئی ایسا ثابت قدم اور استقلال کرنے والا ایک بھی ثابت نہیں''۔

(براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد اول صفحہ111)

یعنی یہ چیلنج ہے کہ ایسے حالات پیدا ہوئے۔ جہاں آپؐ کو سب سے زیادہ خطرہ تھا، بے تحاشا دشمنی تھی۔ اس کے باوجود آپ انتہائی ثابت قدمی سے اور مستقل مزاجی سے اپنے کام کو کرتے رہے اسی توکّل کی وجہ سے جو آپؐ کو خدا تعالیٰ کی ذات پر تھا۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں: ''تبتل کا عملی نمونہ ہمارے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ نہ آپؐ کو کسی کی مدح کی پروا، نہ ذم کی''۔ (نہ کسی کی تعریف کی پرواہ تھی اور نہ یہ پرواہ کہ کوئی برا کہتا ہے یا نہیں کہتا)۔ ''کیا کیا آپؐ کو تکالیف پیش آئیں مگر کچھ بھی پروا نہیں کی۔ کوئی لالچ اور طمع آپؐ کو اس کام سے روک نہ سکا جو آپؐ خدا کی طرف سے کرنے کے لئے آئے تھے۔ جب تک انسان اس حالت کو اپنے اندر مشاہدہ نہ کر لے اور امتحان میں پاس نہ ہو لے کبھی بھی بے فکر نہ ہو۔ پھر یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جو شخص متبتّل ہوگا متوکّل بھی وہی ہوگا''۔ (یعنی جو خدا کی طرف لَو لگانے والا ہوگا اور دنیا کو کچھ نہیں سمجھتا وہی اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے والا بھی ہوگا۔) ''گویا متوکل ہونے کے واسطے متبتل ہونا شرط ہے۔ کیونکہ جب تک اوروں کے ساتھ تعلقات ایسے ہیں کہ ان پر بھروسہ اور تکیہ کرتا ہے اس وقت تک خالصتاً اللہ پر توکل کب ہو سکتا ہے۔ جب خدا کی طرف انقطاع کرتا ہے تو وہ دنیا کی طرف سے توڑتا ہے اور خدا میں پیوند کرتا ہے''۔ (جب اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑو گے تو دنیا سے تعلق توڑو گے)۔ ''اور یہ تب ہوتا ہے جبکہ کامل توکّل ہو۔ جیسے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کامل متبتل تھے ویسے ہی کامل متوکّل بھی تھے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اتنے وجاہت والے اور قوم وقبائل والے سرداروں کی ذرا بھی پروا نہیں کی اور ان کی مخالفت سے کچھ بھی متأثر نہ ہوئے۔ آپؐ میں ایک فوق العادت یقین خدا تعالیٰ کی ذات پر تھا۔ اسی لئے اس قدر عظیم الشان بوجھ کو آپؐ نے اٹھا لیا اور ساری دنیا کی مخالفت کی اور ان کی کچھ بھی ہستی نہ سمجھی۔ یہ بڑا نمونہ ہے توکل کا جس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی۔ اس لئے کہ اس میں خدا کو پسند کر کے دنیا کو مخالف بنا لیا جاتا ہے۔ مگر یہ حالت پیدا نہیں ہوتی جب تک گویا خدا کو نہ دیکھ لے، جب تک یہ امید نہ ہو کہ اس کے بعد دوسرا دروازہ ضرور کھلنے والا ہے۔ جب یہ امید اور یقین ہو جاتا ہے تو وہ عزیزوں کو خدا کی راہ میں دشمن بنا لیتا ہے۔ اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ خدا اور دوست بنا دے گا۔ جائیداد کھو دیتا ہے کہ اس سے بہتر ملنے کا یقین ہوتا ہے''۔ (اللہ تعالیٰ کی خاطر اگر جائیداد جاتی ہے تو اس سے بہتر ملنے کی امید ہوتی ہے)۔ ''خلاصہ کلام یہ ہے کہ خدا ہی کی رضا کو مقدم کرنا تو تبتّل ہے اور پھر تبتّل اور توکّل توام ہیں۔ یعنی تبتّل کا راز توکّل ہے اور توکّل کی شرط تبتّل۔ یہی ہمارا مذہب اس امر میں ہے''۔

(الحکم جلد 5 نمبر 37 صفحہ 1 تا 3 پرچہ 10/اکتوبر 1901ء)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنے والے اور اسی پر توکل کرنے والے بنیں۔

مریم شادی فنڈ

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے 28/فروری 2003ء کو ''مریم شادی فنڈ'' کی تحریک فرمائی تھی۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے اس تحریک کے تحت اب تک کئی بے سہارا، مستحق اور یتیم بچیوں کی باعزت طور پر شادیاں کروائی جا چکی ہیں اور اس فنڈ سے بہت خرچ ہو رہا ہے۔

ایسے افراد جن کو اللہ تعالیٰ نے مالی فراخی عطا فرمائی ہوئی ہے وہ شکرانے کے طور پر اپنی استطاعت کے مطابق اس کارِ خیر میں حصہ لے کر عنداللہ ماجور ہوں۔

(ایڈیشنل وکیل المال۔ لندن)

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

پوپ جان پال دوم کا انتقال اور انتخاب جانشین

(خالد سیف اللہ خان ۔ آسٹریلیا)

دنیا کے ایک ارب کیتھولک عیسائیوں کے مذہبی رہنما جان پال دوم، 3/اپریل 2005ء کو 85 سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔ وہ 1920ء میں پولینڈ میں پیدا ہوئے۔ ان کا اصل نام Karol Wojtyla تھا۔ وہ 1978ء میں پوپ جان پال اوّل کی وفات پر منتخب ہوئے۔ ان کے پیشرو صرف 33 دن پوپ رہنے کے بعد وفات پا گئے تھے اس لئے اُنہیں کا نام اِنہیں دے دیا گیا۔

پوپ کی وفات کے بعد اخباروں میں ان کے بارہ میں بہت کچھ لکھا جا رہا ہے۔ کچھ حق میں اور کچھ خلاف۔ ان کے مدّاح کہتے ہیں کہ ان کی خاص توجہ اور کوشش سے افریقہ اور ایشیا میں عیسائیت کی تبلیغ مستحکم ہوئی۔ یورپ سے کمیونزم کے خاتمہ کے لئے انہوں نے کلیدی کردار ادا کیا۔ یہودیوں اور عیسائیوں کو باہم قریب کیا۔ دو ہزار سال تک عیسائی جو یہودیوں پر ظلم کرتے رہے ہیں اس پر افسوس کا اظہار کیا اور ان کو بتایا کہ Jesus کو صلیب پر چڑھانے کے اصل مجرم یہودی نہیں بلکہ رومی تھے۔ یورپی یونین کے وہ حامی تھے۔ کیتھولکس اور پروٹسٹنٹس کو ایک دوسرے کے خلاف تشدد کے اظہار سے روکتے رہے اور عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان ایک ڈائیلاگ شروع کرنے پر زور دیتے رہے۔ دوسری طرف کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ سخت قدامت پرست تھے۔ دور حاضر کے تقاضوں کو نہ سمجھتے تھے۔ سخت گیر تھے۔ بشپوں کے اختیار محدود کئے ہوئے تھے۔ سب اختیارات اپنے ہاتھ میں مرکوز کئے ہوئے تھے۔ دنیا کے ساتھ نہ چلتے تھے۔ ابارشن (اسقاط حمل)، خاندانی منصوبہ بندی، ہم جنس افراد کی باہم شادیاں، ہم جنس پرست پادریوں اور عورتوں کو پریسٹ (Priest) بنانے کی مخالفت کرتے رہے۔ ایک صاحب نے کہا کہ کسی بھی مذہبی رہنما کی کامیابی کا پیمانہ اپنے پیروکاروں کی اخلاقی وروحانی حالت کو سدھارنے سے لگایا جا سکتا ہے۔

ساری مغربی دنیا اور خود اٹلی اور روم کے لوگوں کی اخلاقی حالت تباہی کی طرف بڑھ رہی ہے اور چرچوں میں عبادت کرنے والوں کی تعداد مسلسل گر رہی ہے۔ اگر وہ واقعی عظیم پوپ تھے تو اس اہم معاملہ میں تو ان کا اثر کہیں نظر نہیں آتا۔ ان کے پاس اگر کسی پادری کے خلاف ہم جنس پرستی کی شکایت پہنچتی تھی تو وہ کوئی کارروائی اس کے خلاف نہ کرتے تھے۔

پوپ اور پاپا کا ماخذ ایک ہی ہے۔ کیتھولک عیسائی پوپ کو فادر یا باپ بھی کہتے ہیں۔ پوپ کا سرکاری عہدہ Supreme Pontiff کہلاتا ہے۔ یہ لفظ لاطینی ہے جس کے معنے پُل کے ہیں۔ اس لئے انجیل کی صحیح تشریح بھی انہیں کا حق ہے۔ اس بات کو پروٹسنٹ اور دوسرے غیر کیتھولک تسلیم نہیں کرتے۔

پوپ جان پال دوم کی صحت کافی عرصہ سے خراب اور کمزور چلی آتی تھی۔ چرچ کے Canon law کے مطابق پوپ کو اس کے عہدہ سے معزول نہیں کیا جا سکتا، نہ اس کو استعفیٰ دینے پر مجبور کیا جا سکتا ہے۔ البتہ خود پوپ کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ وہ اگر کسی وقت اپنے آپ کو اس ذمہ داری کے ادا کرنے کے قابل نہ پائے تو ازخود اپنے عہدہ سے دستبردار ہو سکتا ہے۔ کوئی ایسا ادارہ اس کے اوپر نگران نہیں جس کو وہ اپنا استعفیٰ پیش کرے۔ پس خود ایک تحریر لکھ کر دستبردار (Abdicate) ہو سکتا ہے۔

تاریخ عیسائیت میں اب تک چھ پوپ اپنے عہدہ سے دستبردار ہو چکے ہیں جن کے نام ہیں: 235 عیسوی میں Pontian، 537 عیسوی میں Silverius، 109 میں John XVIII، 1045 عیسوی میں Benedict IX، 1294ء میں Celestine V اور 1415 عیسوی میں GregoryXII۔

دس سال پہلے جب پوپ جان پال بیمار پڑے تھے تو بعض لوگوں کا خیال تھا کہ شاید وہ دستبردار ہو جائیں لیکن انہوں نے یہ کہہ کر اس کی تردید کر دی کہ: ’’دیکھیں خدا کس طریق پر مجھے اس بوجھ سے فارغ کرتا ہے‘‘۔ اگر پوپ کی صحت ایسی گر جائے کہ وہ کام نہ کر سکے اور نہ وہ دستبردار ہو تو پھر اس کے متعمدین یعنی اس کی کیبنٹ، پرائیویٹ سیکرٹری وغیرہ اس کے نام پر فیصلے کرتے اور کام چلاتے ہیں۔ لیکن اگر صورت حال غیر یقینی ہو تو اہم فیصلے کرنے سے گریز کرتے ہیں۔

جب ایک پوپ فوت ہو جاتا ہے تو اس کے جانشین کے انتخاب تک کے عرصہ کو Vecante Sede (یعنی Vacant See) کہا جاتا ہے۔ اس عرصہ کے دوران وہ کارڈینل جو چرچ کے منتظم اعلیٰ یا میر حاجب اور خزانچی ہوتے ہیں اور Chamberlain کہلاتے ہیں وہ عارضی نگران کے طور پر کام چلاتے ہیں لیکن سوائے انتخابی کاموں کے اور کوئی اہم فیصلہ نہیں کر سکتے۔ جب کوئی پوپ فوت ہوتا ہے تو سب سے پہلے انہیں کو اطلاع دی جاتی ہے اور صرف وہی پوپ کی وفات کی تصدیق کر کے اس کا اعلان کرنے کے مجاز ہوتے ہیں۔

پوپ کا انتخاب ایک انتخابی ادارہ (Electoral College) کرتا ہے جو آج کل 58 ممالک کے 120 کارڈینلز (Cardinals) پر مشتمل ہوتا ہے۔ ان میں سے تین ایسے ہیں جو 80 سال سے اوپر کی عمر کے ہیں۔ وہ انتخاب سے پہلے مشورہ میں شامل ہو سکتے ہیں لیکن انتخاب میں شریک نہیں ہو سکتے۔ اس لئے عملاً یہ کالج 117 افراد پر مشتمل ہے جو سوائے تین کے سبھی پوپ جان پال دوم کے مقرر کردہ ہیں۔

انتخابی ادارہ کی کوشش ہوتی ہے کہ پوپ کی مسند پر ایسا شخص بیٹھے جس کی صحت اچھی ہو، جس میں روحانیت پائی جاتی ہو، اس کی عمر 64 اور 74 سال کے درمیان ہو تا کہ اس کی پاپائیت کا عرصہ نہ تو بہت مختصر ہو نہ بہت لمبا۔ اگرچہ چرچ کے قانون کے مطابق امیدوار کے لئے صرف کیتھولک عقیدہ کا ہونا ضروری ہے اس لئے پریسٹ (Priest) یا کارڈینل ہونا ضروری نہیں۔ لیکن ہوتے عموماً وہی ہیں جو کارڈینل وغیرہ ہوں۔ دینی مدرسہ کے فارغ التحصیل ہوں بالخصوص روم کے مرکزی مدرسہ سے۔

قانون کی رو سے تو اس کا تعلق دنیا کے کسی ملک سے ہو سکتا ہے لیکن بوجہ عیسائیت کا مرکز ہونے کے اٹلی والوں کا حق فائز سمجھا جاتا ہے۔ پوپ کے لئے ضروری ہے کہ اطالوی زبان اچھی طرح بول سکتا ہو۔ مغربی یورپ کے کلچر سے پوری طرح شناسا ہو اور اس کی عمر اپنے مذہب کی خدمت میں گزری ہو۔

پوپ کا انتخاب خاصہ مشکل اور دقّت طلب کام ہوتا ہے۔ بارھویں صدی عیسوی سے College of Cardinal کے ذریعہ سے انتخاب کا طریق رائج ہوا۔ شروع شروع میں تو انتخاب کے موقعہ پر بہت اختلاف پیدا ہو جایا کرتے تھے جس کی وجہ سے تیرھویں اور چودھویں صدی میں ایک پوپ کی وفات پر دوسرے کے انتخاب تک لمبے لمبے وقفے پڑ جایا کرتے تھے۔ تنگ آ کر ایک طریق یہ نکالا گیا کہ کالج کے ممبران کو ایک کمرہ میں بند کر دیتے تھے جس کو Conclave کہا جاتا ہے۔ اس کمرہ کو باہر سے تالا لگا دیتے تھے اور اسی وقت کھولتے تھے جب ان کی اکثریت کسی ایک نام پر متفق ہو جاتی تھی۔ ممبران کے علاوہ کسی کو اس کمرہ میں جانے کی اجازت نہ ہوتی تھی۔ چونکہ ان کو روٹی پانی کسی طریق سے اندر پہنچا دیا جاتا تھا اس لئے پھر بھی کئی کئی دن لگ جایا کرتے تھے۔ آخر انہوں نے فیصلہ کیا کہ آئندہ وہ روزے رکھیں گے اور ان کو کھانا بھی نہیں دیا جائے گا۔ بھوک سے تنگ آ کر وہ جلد انتخاب کر لیا کرتے تھے۔ یہ طریق ابھی بھی رائج ہے اگرچہ روٹی پانی اب مہیا کر دی جاتی ہے۔ اگر تین دن تک صبح و شام دو دو دفعہ بیلٹ کرنے کے بعد بھی فیصلہ نہ ہو سکے تو چوتھے روز دعا اور مشورہ کے لئے ناغہ کیا جاتا ہے۔ سولہویں صدی عیسوی سے یہ Conclave روم کے Sistine Chapel میں منعقد ہوتا ہے۔

موجودہ قانون کے مطابق انتخابی ادارہ کے ارکان پوپ کی وفات کے پندرہ بیس دن بعد Conclave میں چلے جاتے ہیں۔ پوپ کو اختیار ہوتا ہے کہ اپنے پیچھے آنے والے کے لئے انتخابی قانون میں تبدیلی کر سکے۔ آج کل پوپ کے لئے دو تہائی ووٹ درکار ہوتے ہیں۔ لیکن اگر کئی دن بعد بھی اتنی تعداد کسی نام پر متفق نہ ہو سکے تو یہ ادارہ بھی معمولی اکثریت سے منتخب کر سکتا ہے۔ کارڈینلز کو نوٹس وغیرہ لینے کے لئے بہت تھوڑا کاغذ دیا جاتا ہے اور ہر ایک یا دو بیلٹ پیپر اور وہ نوٹس جلا کر ضائع کر دئے جاتے ہیں تا اس کارروائی کو خفیہ رکھا جا سکے۔

کمرہ انتخاب کے اندر ایک انگیٹھی ہوتی ہے۔ ہر دفعہ جب ووٹ ڈالے جاتے ہیں تو بعض خاص کیمیکلز ڈال کر دھواں باہر نکالا جاتا ہے جو بالکل سفید ہوتا ہے یا بالکل سیاہ۔ سیاہ دھوئیں کا مطلب ہوتا ہے کہ اس بار بھی کوئی فیصلہ نہیں ہو سکا۔ اور سفید دھوئیں کا مطلب ہوتا ہے کہ پوپ کے انتخاب پر اتفاق ہو گیا ہے۔ ہزاروں لوگ صبح و شام اس انگیٹھی سے نکلنے والے دھوئیں کا رنگ بے چینی سے دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ جب پوپ جان پال دوم کا انتخاب ہوا تھا تو وہ کیمیکل ایسا خراب تھا کہ دھوئیں کا رنگ نہ سفید ہوتا تھا نہ سیاہ، بلکہ درمیان درمیان تھا۔ جس سے بہت گڑبڑ اور پریشانی ہوئی تھی۔ امید کی جا سکتی ہے کہ اس بار بجائے دھواں چھوڑنے کے کوئی اور طریق اختیار کیا جائے گا۔

❁❁❁❁❁❁

نظام وصیت

حضرت مصلح موعودؓ وصیت کے متعلق فرماتے ہیں:

’’پس تم جلد سے جلد وصیت کرو تا کہ جلد سے جلد نظام نو کی تعمیر ہو اور وہ مبارک دن آ جائے جبکہ چاروں طرف اسلام اور احمدیت کا جھنڈا لہرانے لگے۔ اس کے ساتھ ہی مَیں ان سب دوستوں کو مبارکباد دیتا ہوں جنہیں وصیت کرنے کی توفیق حاصل ہوئی اور مَیں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بھی جو ابھی تک اس نظام میں شامل نہیں ہوئے توفیق دے کہ وہ بھی اس میں حصہ لے کر دینی و دنیوی برکات سے مالا مال ہو سکیں اور دنیا اس نظام سے ایسے رنگ میں فائدہ اٹھائے کہ آخر اسے یہ تسلیم کرنا پڑے کہ قادیان کی وہ بستی جسے کوردہ کہا جاتا تھا، جسے جہالت کی بستی کہا جاتا تھا، اس میں سے وہ نور نکلا جس نے ساری دنیا کی تاریکیوں کو دور کر دیا، جس نے ساری دنیا کی جہالت کو دور کر دیا، جس نے ساری دنیا کے دکھوں کو دور کر دیا اور جس نے ہر امیر اور غریب اور چھوٹے اور بڑے کو محبت اور پیار اور الفت باہمی سے رہنے کی توفیق عطا کی‘‘۔

ایسے احباب جماعت جو ابھی نظام وصیت میں شامل نہیں ہو سکے۔ ان سے درخواست ہے کہ اس میں شامل ہو کر اس کے فیوض و برکات کے وارث بنیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

(ایڈیشنل وکیل المال ۔لندن)

Glebe Travels
Special Offers
Khi - Isb - Lhe
£320 £360 £360
Dubai Package
4*5nts - £475 pp
t: 0208 336 0794
m: 07765 32 46 01
(All prices are subject to availibity

سوسال پہلے

تاریخ احمدیت سے 1905ء کے اہم واقعات اور تائیدات الٰہیہ پر ایک نظر

(حبیب الرحمن زیروی)

قسط نمبر6

تصنیفات

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ۱۹۰۵ء

(۱) تصنیف براہین احمدیہ حصہ پنجم:

براہین احمدیہ کے پہلے چار حصوں میں جن پیشگوئیوں کا ذکر تھا ان میں سے اکثر پوری ہو چکی تھیں۔ اول تو حضرت اقدس نے ان کا اس کتاب میں ذکر کیا۔ دوم معجزہ کی اصل حقیقت اور ضرورت پر بحث فرمائی۔ سوم زلزلہ کی پیشگوئی پر جو اعتراضات پیسہ اخبار لاہور نے کئے تھے ان کا مفصل جواب دیا۔ علاوہ ازیں چند آیات سورۂ مومنون کی ایسی لطیف تفسیر فرمائی ہے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔ یہ کتاب آپ نے ۱۹۰۵ء کے ابتدا میں لکھنا شروع کی تھی اور اس کا نام براہین احمدیہ کے علاوہ 'نصرت الحق' بھی رکھا تھا۔ یہ کتاب حضور کے وصال کے بعد ۱۵/اکتوبر ۱۹۰۸ء کو شائع ہوئی۔

(۲) رسالہ الوصیت

اس رسالہ کے متعلق اوپر مفصل ذکر ہو چکا ہے۔

(۳) لیکچر لدھیانہ

(جو حضرت اقدس نے ۶ نومبر ۱۹۰۵ء) کو لدھیانہ میں دیا۔

(۴) ''احمدی اور غیر احمدی میں کیا فرق ہے''

۲۶/دسمبر ۱۹۰۵ء کی صبح کو جلسہ سالانہ کے موقعہ پر مہمان خانہ جدید کے بڑے کمرے میں احباب جماعت کا ایک اجلاس اس غرض کے لئے منعقد ہوا کہ ''مدرسہ تعلیم الاسلام'' کی اصلاح کے مسئلہ پر غور و فکر کیا جائے۔ متعدد احباب نیاس اجلاس میں اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔ ضمناً ایک احمدی نے اپنی تقریر میں یہ بھی کہا کہ حضرت اقدس کے سلسلہ اور دوسرے مسلمانوں میں صرف مسئلہ حیات و وفات مسیح کا فرق ہے اس کے سوا کوئی امر اصولی طور پر موجب نزاع نہیں ہے۔

حضور نے اگرچہ اس اجلاس کے آخر میں دوپہر سے قبل ایک مبسوط تقریر فرمائی جس میں آپ نے زیر بحث سوال کے علاوہ جماعت کے مقام و منصب اور بعض متفرق امور پر مبسوط روشنی ڈالی مگر خصوصاً اس شبہ کے ازالہ کے لئے دوسرے روز یعنی ۲۷/دسمبر ۱۹۰۵ کو نماز ظہر و عصر کے بعد مسجد اقصیٰ میں ایک پر معارف تقریر فرمائی جو بعد میں ''احمدی اور غیر احمدی میں کیا فرق ہے'' کے عنوان سے شائع ہوئی۔ اس تقریر میں حضور نے یہ ثابت کرنے کے بعد کہ ''وفات مسیح میں اسلام کی زندگی ہے'' متعدد ایسی علمی اور عملی غلطیوں کی نشاندہی کی جن کے دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ سلسلہ قائم فرمایا۔ اور واضح کیا کہ ''بہت سی باتیں ہیں جو کہ ان لوگوں میں پائی جاتی ہیں جن سے خدا تعالیٰ ناراض ہے اور جو اسلامی رنگ سے بالکل مخالف ہیں۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ اب ان لوگوں کو مسلمان نہیں جانتا جب تک کہ وہ غلط عقائد کو چھوڑ کر راہ راست پر نہ آجاویں۔ اور اس مطلب کے واسطے خدا تعالیٰ نے مجھے مامور کیا ہے۔ کہ میں ان سب غلطیوں کو دور کر کے اصل اسلام پھر دنیا میں قائم کروں۔ یہ فرق ہے ہمارے درمیان اور ان لوگوں کے درمیان۔ ان کی حالت وہ نہیں رہی جو اسلامی حالت تھی یہ مثل ایک خراب اور نکمے باغ کے ہو گئے۔ ان کے دل ناپاک ہیں اور خدا چاہتا ہے کہ نئی قوم پیدا کرے جو صدق اور راستی کو اختیار کر کے سچے اسلام کا نمونہ ہو۔''

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ ۴۴۴،۴۴۵)

اشتہارات

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ۱۹۰۵ء

(۱) الوصیت (۲۷/فروری ۱۹۰۵ء)

حضور علیہ السلام نے فرمایا:۔

آج سے تقریباً ۹ ماہ قبل خدا تعالیٰ سے اطلاع پا کر وحی شائع کرائی تھی کہ............ یہ ملک عذاب الٰہی سے مٹ جانے کو ہے یہ مستقل سکونت امن کی جگہ رہے گی اور نہ عارضی سکونت اس کی جگہ............ اب میں دیکھتا ہوں کہ وہ وقت قریب آ گیا ہے میں نے بطور کشف دیکھا ہے کہ دردناک موتوں سے عجیب طرح پر شور قیامت برپا ہے میرے منہ پر یہ الہام الٰہی تھا کہ ''موتا موتی لگ رہی ہے'' کہ میں بیدار ہو گیا...... پس تم ایسے دردناک دعاؤں میں لگ جاؤ کہ گویا مر ہی جاؤ۔ تا دوسری موت سے خدا تمہیں بچائے۔ دنیا کے لئے بڑی گھبراہٹ کے دن ہیں مگر دنیا نہیں سمجھتی لیکن کسی دن سمجھے گی۔ دیکھو میں اس وقت اپنا فرض ادا کر چکا ہوں اور قبل اس کے کہ تنگی کے دن آویں میں نے اطلاع دے دی ہے۔

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ ۵۱۵)

(۲) الدعوت (۴/اپریل ۱۹۰۵ء)

حضور نے تحریر فرمایا:

''...... یہ سچ ہے کہ مَیں نہ جسمانی طور پر آسمان سے اترا ہوں اور نہ میں دنیا میں جنگ اور خونریزی کرنے کیلئے آیا ہوں بلکہ صلح کیلئے آیا ہوں مگر میں خدا کی طرف سے ہوں۔ میں یہ پیشگوئی کرتا ہوں کہ میرے بعد قیامت تک کوئی ایسا مہدی نہیں آئے گا جو جنگ اور خوں ریزی سے دنیا میں ہنگامہ برپا کرے اور خدا کی طرف سے ہو۔ اور نہ کوئی ایسا مسیح آئے گا جو کسی وقت آسمان سے اترے گا۔ ان دونوں سے ہاتھ دھو لو۔ یہ سب حسرتیں ہیں جو اس زمانہ کے تمام لوگ قبر میں لے جائیں گے نہ کوئی مسیح اترے گا اور نہ کوئی خونی مہدی ظاہر ہوگا جو شخص آنا تھا وہ آچکا وہ میں ہی ہوں......

عزیزو!! شرم اور حیا کرو کہ خدا کے دن آ گئے اور آسمان تمہیں وہ کرشمے دکھا رہا ہے جن کی تمہارے آباء و اجداد کو خبر نہ تھی۔ مبارک وہ جو میرے بارے میں ٹھوکر نہ کھاویں۔ (مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ ۵۲۰۔۵۲۱)

(۳) الانذار (۸۔اپریل ۱۹۰۵ء)

حضرت اقدس علیہ السلام نے تحریر فرمایا:۔

''دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی کر دے گا۔

آج رات تین بجے کے قریب خدا تعالیٰ کی پاک وحی مجھ پر نازل ہوئی جو ذیل میں لکھی جاتی ہے۔ تازہ نشان۔ تازہ نشان کا دھکہ۔ زلزلۃ الساعۃ قوا انفسکم۔ ان اللّٰہ مع الابرار۔ دنیٰ منک الفضل۔ جاء الحق و زھق الباطل۔ ترجمہ مع شرح یعنی خدا ایک تازہ نشان دکھائے گا۔ مخلوق کو اس نشان کا ایک دھکہ لگے گا۔ وہ قیامت کا زلزلہ ہوگا (مجھے علم نہیں دیا گیا کہ زلزلہ سے مراد زلزلہ ہے یا کوئی اور شدید آفت ہے جو دنیا پر آئے گی جس کو قیامت کہہ سکیں گے اور مجھے علم نہیں دیا گیا کہ ایسا حادثہ کب آئے گا اور مجھے علم نہیں کہ وہ چند دن یا چند ہفتوں تک ظاہر ہوگا یا خدا تعالیٰ اس کو چند مہینوں یا چند سالوں کے بعد ظاہر فرمائے گا بہرحال وہ حادثہ زلزلہ ہو یا کچھ اور ہو۔ قریب ہو یا بعید ہو، پہلے سے بہت خطرناک ہے۔ سخت خطرناک ہے۔ اگر ہمدردی مخلوق مجھے مجبور نہ کرتی تو میں بیان نہ کرتا۔

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 522)

(۴) النّداء من وحی السماء

یعنی ایک زلزلہ عظیمہ کی نسبت پیشگوئی

باردوئم وحی الٰہی سے (۱۸۔اپریل ۱۹۰۵ء)

حضرت اقدس علیہ السلام نے تحریر فرمایا:

''۹/اپریل ۱۹۰۵ء کو پھر خدا تعالیٰ نے مجھے ایک سخت زلزلہ کی خبر دی ہے جو نمونہ قیامت اور ہوش ربا ہوگا۔ چونکہ دو مرتبہ مکرر طور پر اس عظیم مطلق نے اس آئندہ واقعہ پر مجھے مطلع فرمایا ہے اس لئے میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ عظیم الشان حادثہ جو محشر کے حادثہ کو یاد دلاوے گا، دور نہیں ہے۔ مجھے خدائے عزّوجل نے یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ دونوں زلزلے تیری سچائی ظاہر کرنے کے لئے دو نشان ہیں انہیں نشانوں کی طرح جو موسیٰؑ نے فرعون کے سامنے دکھلائے تھے اور اس نشان کی طرح جو نوحؑ نے اپنی قوم کو دکھلایا تھا۔ اور یاد رہے کہ ان نشانوں کے بعد ابھی بس نہیں ہے بلکہ کئی نشان ایک دوسرے کے بعد ظاہر ہوتے رہیں گے یہاں تک کہ انسان کی آنکھ کھلے گی اور حیرت زدہ ہو کر کہے گا کہ یہ کیا ہوا چاہتا ہے۔ ہر ایک دن سخت اور پہلے سے بدتر آئے گا۔ خدا فرماتا ہے کہ میں حیرت ناک کام دکھلاؤں گا اور بس نہیں کروں گا جب تک کہ لوگ اپنے دلوں کی اصلاح نہ کر لیں اور جس طرح یوسفؑ نبی کے وقت میں ہوا کہ سخت کال پڑا یہاں تک کہ کھانے کے لئے درختوں کے پتے بھی نہ رہے اسی طرح ایک آفت کا سامنا موجود ہوگا۔ اور جیسا کہ یوسفؑ نے اناج کے ذخیرے سے لوگوں کی جان بچائی۔ اسی طرح جان بچانے کیلئے خدا نے اس جگہ بھی مجھے ایک روحانی غذا کا مہتمم بنایا ہے۔ جو شخص اس غذا کو سچے دل سے پورے وزن کے ساتھ کھائے گا میں یقین رکھتا ہوں کہ ضرور اس پر رحم کیا جائے گا۔

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ ۵۲۵)

(۵) زلزلہ کی خبر بارسوم

(۲۹۔اپریل ۱۹۰۵ء)

'دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی کر دے گا۔''

حضرت اقدس نے تحریر فرمایا:۔

آج ۲۹/اپریل ۱۹۰۵ء کو پھر خدا تعالیٰ نے مجھے دوسری مرتبہ کے زلزلہ شدیدہ کی نسبت اطلاع دی ہے۔ سو میں محض ہمدردی مخلوق کے لئے عام طور پر تمام دنیا کو اطلاع دیتا ہوں کہ یہ بات آسمان پر قرار پا چکی ہے کہ ایک شدید آفت سخت تباہی ڈالنے والی دنیا پر آویگی۔ جس کا نام خدا تعالیٰ نے بار بار زلزلہ رکھا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ قریب ہے یا کچھ دنوں کے بعد خدا

M. S. DOUBLE GLAZING LTD
Supplier & Installers
UPVC Windows, Doors, Porches, Patio Doors, Conservatries
For Friendly Quote Please Contact Muhammad Sajid Qamar
Tel: 020 8239 8312 Mobile:07734470783 Fax: 020 8664 1190
Free Estimate, Grade 'A' Quality Material, Competitive Price, 10Years Guarantee
احمدی بہن بھائیوں کے لئے خوشخبری! ڈبل گلیزنگ کا نہایت معیاری کام۔ اے گریڈ کوالٹی کا میٹریل مناسب دام

Fozman Foods
BUYING GROUP FOR GROCERS & C.T.N. SHOPS
2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX
TEL: 020 8553-3611

تعالیٰ اس کو ظاہر فرمادے گا۔مگر بار بار خبر دینے سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ بہت دور نہیں ہے۔یہ خدا تعالیٰ کی خبر اور اس کی خاص وحی ہے جو عالم الاسرار ہے۔اس کے مقابل پر جو لوگ یہ شائع کررہے ہیں کہ ایسا کوئی سخت زلزلہ آنے والا نہیں ہے۔وہ اگر منجم ہیں یا کسی اور علمی طریق سے اٹکلیں دوڑاتے ہیں، وہ سب جھوٹے ہیں اور لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔درحقیقت یہ سچ ہے اور بالکل سچ ہے کہ وہ زلزلہ اس ملک پر آنے والا ہے جو پہلے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی دل میں گزرا۔بجز توبہ اور دل کے پاک کرنے کے کوئی اس کا علاج نہیں۔کوئی ہے جو ہماری اس بات پر ایمان لائے؟ اور کوئی ہے جو اس آواز کو دل لگا کر سنے؟

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ ۵۳۵)

(۶) ضروری گزارش لائق توجہ گورنمنٹ

(۱۱ مئی ۱۹۰۵ء)

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کس قسم کی بدظنی ہے جو مخالف لوگ مجھ پر کرتے ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اپنے اشتہاروں سے تشویش میں ڈال دیا ہے۔میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ کیسی تشویش ہے میں منجم ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا نہ مجھے علم جیالوجی کی مہارت کا کوئی دعویٰ ہے۔صرف یہ دعویٰ ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے وحی پاتا ہوں۔مگر اس دعویٰ کے یہ لوگ سخت منکر ہیں اور اسی بناء پر مجھے کافر اور دجال کہتے ہیں اور اسی بناء پر یہ لوگ میری تکذیب کررہے ہیں۔ان لوگوں نے ہزار ہا اشتہار میری نسبت شائع کئے ہیں کہ اس دعویٰ میں یہ شخص جھوٹا ہے بلکہ اس قدر لعنتوں اور گالیوں سے بھرے ہوئے میری نسبت دنیا میں اشتہار شائع کرچکے ہیں جن سے کم سے کم دس کوٹھے بھر سکتے ہیں تو پھر کیا کوئی سمجھ سکتا ہے کہ میری ایسی پیشگوئیوں سے وہ ڈرتے ہوں۔جو شخص ان کے نزدیک جھوٹا ہے اس سے ڈرنے کے کیا معنے ہیں۔اگر مجھے بندگان خدا کی سچی ہمدردی مجبور نہ کرتی تو میں ایک ورق بھی شائع نہ کرتا۔مگر پہلی پیشگوئی کا بڑے زبردست طور سے پورا ہونا اور ہزارہا جانوں کا نقصان ہونا مجھے کھینچ کر اس طرف لایا کہ میں دوسری پیشگوئی کے شائع کرنے میں کوتاہی نہ کروں اور کماحقہ شائع کردوں۔بعض نے میری نسبت خط لکھے کہ تو جھوٹا ہے۔ہم چاہتے ہیں کہ تجھے قتل کردیں۔لیکن اگر میرے اشتہاروں سے کچھ لوگ احتیاط پر کاربند ہو جائیں اور اپنی کچھ اندرونی اصلاح کرلیں اور ان کی جانیں بچ جائیں تو میری جان کیا چیز ہے۔کیا مجھے کبھی مرنا نہیں یا اپنی جان سے ایسی محبت رکھتا ہوں کہ بنی نوع کی ہمدردی بھی چھوڑ دوں۔

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 541)

(۷) اشتہار ’’تبلیغ الحق‘‘

8۔اکتوبر 1905ء

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کسی شخص نے حضور کے کسی نادان مرید کے متعلق یہ افسوسناک خبر دی کہ اس نے سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی شان میں گستاخی کی ہے۔

حضرت اقدس کو آنحضرت ﷺ سے عشق کامل تھا اور اسی کا نتیجہ تھا کہ آپ کو حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ حضرت عثمان غنیؓ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت فاطمۃ الزہرا حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے بے نظیر محبت اور عقیدت تھی اور آپ ان کے بارہ میں خفیف سی بے حرمتی بھی برداشت نہیں کرسکتے تھے۔اسی الفت ومحبت کا اظہار کرتے ہوئے حضور نے ایک مفصل اشتہار دیا جس میں اس نام نہاد مرید کی اس حرکت پر انتہائی نفرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ’’مجھے یہ امید نہیں کہ میری جماعت کے کسی راست باز کے منہ سے ایسے خبیث الفاظ نکلے ہوں ...... بہرحال میں اس اشتہار کے ذریعہ سے اپنی جماعت کو اطلاع دیتا ہوں کہ ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ یزید ایک ناپاک طبع دنیا کا کیڑا اور ظالم تھا......جو حسینؓ یا کسی اور بزرگ کی جو آئمہ مطہرین میں سے ہے تحقیر کرتا ہے یا کوئی کلمہ استخفاف ان کی نسبت اپنی زبان پر لاتا ہے۔وہ اپنے ایمان کو ضائع کرتا ہے اللہ جل شانہ اس شخص کا دشمن ہوجاتا ہے۔جو اس کے برگزیدوں اور پیاروں کا دشمن ہے۔

(تاریخ احمدیت جلد دوم ۴۴۲)

1905ء کے بعض صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

(۱) حضرت چوہدری احمد الدین صاحب رضی اللہ عنہ پلیڈر گجرات:

چوہدری احمد الدین صاحب پلیڈر گجرات ولادت ۱۸۷۸ء وفات ۲۴ مئی ۱۹۵۷ء۔صاحبِ کشف اور الہام بزرگ تھے آپ نے ایک خواب کی بناء پر احمدیت قبول کی۔آپ نے خواب میں دیکھا کہ گویا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ ہے اور حضور باہر تشریف لائے اور مجھ سے معانقہ کیا۔آپ عمر میں بارہ سالہ نوجوان معلوم ہوتے ہیں۔انہوں نے خیال کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح زندہ ہوگئے ہیں تو خود ہی سوچا کہ مرزا صاحب جو بروز کا دعویٰ کرتے ہیں وہ یہی واقعہ نہ ہو۔آپ برسوں تک گجرات کے امیر جماعت کے فرائض کامیابی سے سرانجام دیتے رہے۔

(الفضل ۲۳،۲۴ جولائی ۱۹۵۷ء روایات صحابہ غیر مطبوعہ جلد ۱۰ صفحہ ۶۲۔۷۰)

(۲) حضرت بابو فقیر علی صاحب اسٹیشن ماسٹر

بابو فقیر علی صاحب اسٹیشن ماسٹر والد جناب مولوی نذیر احمد علی صاحب رئیس التبلیغ مغربی افریقہ۔ولادت ۱۸۷۹ء وفات ۱۳ر دسمبر ۱۹۵۹ء منشی عبدالغنی صاحب اوجلوی نے ان کو حضور کا اشتہار ’’الانذار‘‘ بھجوایا۔جس سے متاثر ہوکر بذریعہ خط انہوں نے بیعت کرلی۔نومبر ۱۹۰۵ء میں پہلی مرتبہ قادیان آئے۔اور حضرت اقدس کی زیارت سے مشرف ہوئے۔(روایات صحابہ غیر مطبوعہ جلد ۸ صفحہ ۱۸۱۔۱۸۵) قادیان کے سب سے پہلے سٹیشن ماسٹر آپ ہی تھے۔نیکی تقویٰ دیانت داری اور راستبازی میں آپ ایک مثالی ریلوے ملازم مشہور تھے۔(تفصیلی حالات اصحاب احمد جلد سوم طبع دوم مؤلفہ ملک صلاح الدین صاحب ایم اے میں ملاحظہ ہوں۔

حضرت چوہدری غلام محمد صاحب سیالکوٹیؓ

چوہدری غلام محمد صاحب سیالکوٹی ولادت ۱۸۷۷ء وفات ۷ر اگست ۱۹۶۱ء بیعت سے دو برس بعد مسیح موعود کی قادیان میں زیارت کی۔الہ آباد یونیورسٹی سے بی۔اے کا امتحان پاس کرنے کے بعد ۱۶ر مئی ۱۹۰۹ء سے تعلیم الاسلام ہائی سکول میں بطور مدرس متعین ہوئے اور ۱۹۳۸ء تک ابتداءً بطور مدرس پھر ہیڈ ماسٹر بعدازاں مینیجر نصرت گرلز سکول کی حیثیت سے تعلیمی وانتظامی خدمات سرانجام دیتے رہے۔آپ نے مولوی محمد جی صاحب فاضل کی مدد سے ایک لغت ’’تسہیل العربیۃ‘‘ کے نام سے شائع کی جو مقبول ہوئی۔

(اصحاب احمد جلد ۸)

(۴) حضرت مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری

مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری ولادت اکتوبر ۱۸۷۳ء وفات (۱۷ر مارچ ۱۹۶۴ء) سلسلہ احمدیہ کے صاحب کشف والہام بزرگ تھے جن کی پوری زندگی تبلیغ اسلام اور احمدیت میں گزری۔۱۹۰۹ء سے ۱۹۲۲ء تک پنجاب میں تبلیغی خدمات بجالاتے رہے۔۱۹۲۳ء سے ۱۹۲۸ء تک سندھ کے پہلے امیر التبلیغ کی حیثیت سے سرفروشانہ کارنامے سرانجام دئے۔اور ساٹھ کے قریب جماعتیں قائم کیں۔حضور نے اس زمانہ میں آپ کو بیعت لینے کی اجازت بھی دے دی تھی۔۱۹۲۸ء سے ۱۹۳۸ء تک آپ مرکز میں ابتداءً مقامی پھر متفرق کلاس کے معلم اول رہے۔ ۱۹۳۸ء میں ریٹائرڈ ہوئے۔آپ نے اپنی سوانح اور تبلیغی جدوجہد کے حالات ’’حیات بقاپوری‘‘ کے نام سے اپنی زندگی میں شائع فرمادئے تھے۔جو بہت ایمان افروز اور معلومات افزاء ہیں۔

(مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو اصحاب احمد جلد دہم صفحہ ۲۱۱۔۲۳۴)

(۵) چوہدری علی محمد صاحب بی اے بی ٹی

چوہدری علی محمد صاحب بی اے بی ٹی ولادت ۱۸۹۲ء سن زیارت ۲۳ر اگست ۱۹۰۷ء وفات ۱۴ر جنوری ۱۹۷۹ء۔ماسٹر صاحب کو قریباً نصف صدی تک سلسلہ احمدیہ کی علمی خدمت کرنے کا موقعہ ملا ہے۔۱۹۱۳ء میں تعلیم الاسلام ہائی سکول میں ملازم ہوئے۔اور ۱۹۴۶ء میں سیکنڈ ماسٹر کے عہدے سے ریٹائرڈ ہوئے۔اس درمیانی عرصہ میں آپ کو پرائیویٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثانی، نائب ناظر تعلیم اور نائب ناظر امور عامہ وغیرہ عہدوں پر بھی وقتاً فوقتاً کام کیا۔ریٹائرڈ ہونے کے بعد ایڈیٹر رسالہ ’’ریویو آف ریلیجنز‘‘ افسر لنگر خانہ، نائب ناظر تالیف وتصنیف اور لیکچرار جامعہ نصرت کالج ربوہ کے فرائض بھی سرانجام دئے۔

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ ۴۵۳)

❁❁❁❁❁

شعر کی حقیقت

عام طور پر شاعری کی تعریف یہ بیان کی جاتی ہے کہ ’’کلام موزوں ہو اور متکلم نے بہ ارادہ موزوں کیا ہو‘‘۔ لیکن شاعری صرف وزن اور قافیہ کا نام نہیں۔

کتب ادبیہ میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ حضرت حسان بن ثابتؓ کے صغیر السن بچے کو بھڑ نے کاٹ کھایا۔وہ حسانؓ کے سامنے روتا ہوا آیا کہ مجھے ایک جانور نے کاٹ کھایا ہے۔حسانؓ نے جانور کا نام پوچھا۔وہ نام سے واقف نہ تھا۔حسانؓ نے کہا اچھا اس کی صورت کیا تھی؟ بچے نے کہا ’’کَاَنَّہٗ مُلْتَفٌّ بِبُرْدِیْ حِبَرَۃٍ‘‘ یعنی گویا یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ مخطط چادروں میں لپٹا ہوا ہے۔چونکہ بھڑ کے پروں پر رنگین دھاریاں ہوتی ہیں اس لئے اس نے مخطط چادروں سے تشبیہ دی۔حسانؓ اچھل پڑے اور خوشی کے جوش میں کہا کہ وَاللّٰہِ صَارَ ابْنِیْ الشَّاعِر۔ یعنی خدا کی قسم میرا بیٹا شاعر ہوگیا۔فقرہ موزوں نہ تھا لیکن چونکہ عمدہ تشبیہ تھی حسانؓ نے سمجھا کہ بچہ میں شاعری کی قابلیت موجود ہے۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اہلِ عرب کے نزدیک شعر کی اصل حقیقت کیا تھی؟

شعر (جیسا کہ ارسطو کا مذہب ہے) ایک قسم کی مصوری یا نقالی ہے۔فرق یہ ہے کہ مصور صرف مادی اشیاء کی تصویر کھینچ سکتا ہے بخلاف اس کے شاعر ہر قسم کے خیالات، جذبات اور احساسات کی تصویر کھینچ سکتا ہے۔

کسی چیز کا بیان جب اس طرح کیا جائے کہ اس شے کی اصلی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جائے تو اس پر شعر کی تعریف صادق آئے گی۔دریا کی روانی، جنگل کا سناّٹا، باغ کی شادابی، سبزہ کی مہک، خوشبو کی لپٹ، نسیم کے جھونکے، دھوپ کی شدّت، گرمی کی تپش، جاڑوں کی ٹھنڈ، صبح کی شگفتگی، شام کی دلآویزی، یا رنج وغم، غیظ، غضب، جوش، محبت، حسرت، خوشی ان اشیاء کا اس طرح بیان کرنا کہ ان کی صورت آنکھوں کے سامنے پھر جائے یا وہی اثر دل پر طاری ہوجائے۔یہی شاعری ہے۔

شاعر کے لفظی معنی صاحبِ شعور کے ہیں۔شعور اصل میں احساس (Feeling) کو کہتے ہیں۔یعنی شاعر وہ شخص ہے جس کا احساس قوی ہو۔شاعر کی طبیعت پر رنج یا خوشی یا غصّہ یا استعجاب کے طاری ہونے کے وقت ایک خاص اثر پڑتا ہے اور یہ اثر موزوں الفاظ کے ذریعہ ظاہر ہوتا ہے۔اسی کا نام شاعری ہے۔

حیوانات پر جب کوئی جذبہ طاری ہوتا ہے تو مختلف قسم کی آوازوں کے ذریعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔مثلاً شیر کی گونج، طاؤس کی جھنکار، کوئل کی کوک، بلبل کا ترانہ۔اسی طرح انسان پر جب کوئی جذبہ طاری ہوتا ہے تو الفاظ کے ذریعہ ظاہر ہوتا ہے۔اور جس طرح حیوانات کے جذبات کبھی حرکات کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں مثلاً طاؤس ناچنے لگتا ہے، سانپ جھومتا اور لہراتا ہے۔اسی طرح انسان کو چونکہ نطق کے ساتھ نغمہ کا ملکہ عطا ہوا ہے اس لئے موزوں الفاظ منہ سے نکلتے ہیں اور ساتھ ہی انسان گنگنانے بھی لگتا ہے۔اور جب یہ جذبہ تیز ہوجاتا ہے تو انسان ناچنے لگتا ہے۔یہ سب باتیں جمع ہوجائیں تو یہی اصل شعر ہے۔اس بیان سے ظاہر ہوگا کہ شعر الفاظ، وزن، نغمہ اور رقص کے مجموعہ کا نام ہے۔ان تمام خیالات سے شاعری کی حقیقت کا کچھ اندازہ ہوا ہوگا اور معلوم ہوا ہوگا کہ آج کل جس چیز کا نام شاعری ہے اس کا شاعری سے کچھ تعلق نہیں۔

(ماخوذ از ’’شعر العجم‘‘ تالیف علامہ شبلی نعمانی جلد اوّل)

❁❁❁❁❁

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے ساتھ منعقدہ

مجلس سوال و جواب

بتاریخ 22/دسمبر 1995ء

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے ساتھ منعقدہ پروگرام 'ملاقات' 22/ دسمبر 1995ء سے چند سوالات اور ان کے جواب اپنی ذمہ داری پر ھدیۂ قارئین ھے۔
(مدیر)

سوال: اس دنیا میں بعض انسان بہت کم عمر میں فوت ہو جاتے ہیں اور بعض دماغی طور پر معذور پیدا ہوتے ہیں۔ جن کے متعلق یہ سمجھا جاتا ہے کہ اُن کا حساب کتاب نہیں ہوگا۔ تو ان کو پیدا کرنے میں کیا حکمت ہے؟

جواب: حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ۔ ان کے پیدا کرنے میں جو حکمتیں ہیں وہ بہت وسیع ہیں کیونکہ یہ جو سوال ہے اگر اس کے اصول پر غور کر لیں اور جو بات آپ بیان کر رہے ہیں اسے تسلیم کر لیں تو پھر ساری کائنات کا نقشہ بدل جائے گا، تمام تخلیق کا نقشہ بدل جائے گا۔

آپ کا سوال تب قائم ہوتا ہے اگر اس کا برعکس تسلیم کیا جائے کہ لازم تھا اللہ کے لئے کہ وہ ہر ایک کو برابر قویٰ کے ساتھ پیدا کرے۔ لازم تھا کہ برابر عمریں دے اور برابر صلاحیتیں عطا کرے۔

اگر یہ لازم نہیں ہے تو وہ سوال اٹھتا ہی نہیں۔ جب لازم ہی نہیں ہے اور یہ ضروری ہے کہ تفریق ہو، ایک دوسرے سے تفاوت ہو، ایک دوسرے سے فرق ہو، اور اگر یہ فرق لازم ہے تو پھر یہ نقشہ جو ہے اس کے مطابق آپ کی بات بالکل درست ہے یہ بھی ایک فرق ہے۔

سوال یہ ہے کہ خدا کی جو (انسان کو پیدا کرنے کی یا زندگی کو پیدا کرنے کی) وسیع سکیم ہے۔ اس کے اندر فرق کی گنجائش ہے یا نہیں ہے۔ یہی سوال کل عربوں کی مجلس میں اٹھا تھا۔ ان کو میں نے بتایا کہ دیکھو دو میں سے ایک صورت کو پکڑ کر آپ بیٹھیں پھر بات کریں مجھ سے۔

کیا خدا تعالیٰ کی سکیم آف تھنگز (Scheme of Things) جس کو کہتے ہیں، فلسفۂ پیدائش، اس میں انصاف کا یہ معنی ہے کہ سب کو بعینہٖ ایک طرح کا پیدا کرے، ان کی صلاحیتوں میں کوئی فرق نہ رکھے، اُن کو برابر مواقع مہیا فرمائے، برابر رزق عطا کرے۔ اگر یہ سکیم ہے اور یہ حق بھی نہ ہو اُن کو کہ وہ کسی پہلو سے گناہ کی طرف مائل ہوسکیں۔ اگر یہ سکیم ہے تو یہ ایک سکیم ہوئی۔

دوسری سکیم یہ ہے کہ اُن کو، سب کے سب کو، بدی کی طرف مائل کر دے۔ اور ہر ایک ظلم پر تُلا بیٹھا ہو، بغاوت پر مائل ہو اور اس کی سرشت میں شرافت از خود اختیار کرنا اور اطاعت کرنا داخل ہی نہ ہو۔ یہ دوسری سکیم ہے۔

تیسری سکیم یہ ہے کہ انسان کو اس طرح پیدا کیا جائے کہ اس میں دونوں صلاحیتیں جمع کر دی جائیں۔ چاہے تو یہ بنے، چاہے تو وہ بنے۔ اور یہ سکیم رائج نہیں ہوسکتی اگر ان کے مزاج وغیرہ، اُن کی سب چیزوں میں فرق نہ ہو۔

اگر سب کو مثلاً برابر روٹی عطا ہو، برابر صلاحیتیں عطا ہوں، برابر ذہنی طاقتیں اور رجحانات عطا ہوں تو اس کے نتیجہ میں جو سکیم بنتی ہے وہ پہلے والی سکیم ہے جس کا میں نے ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد انسان پیدا کرنے کی ضرورت کیا تھی۔ یہی تو سوال تھا جو فرشتوں نے اٹھا دیا۔ انہوں نے کہا: اے خدا اگر یہ سکیم ہے کہ تیری عبادت کی جائے، تیرے نام کو بلند کیا جائے، تیری تسبیح و تحمید کی جائے اور تیری اطاعت کے سوا کوئی بات سوچی نہ جاسکے تو ہم تو حاضر ہیں۔ پھر ایسی سکیم کو جاری کرنے میں کیا حکمت ہے جس کے نتیجہ میں لازماً خون بہے گا۔ اور جو خون بہنے والی پیشگوئی تھی بالکل درست تھی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنی بات بتا دی تھی کہ میں اختیار دینے والا ہوں اور جب اختیار ہوگا، دو قسم کی صلاحیتیں ہوں گی تو پھر یہ چیزیں ساری پیدا ہوں گی۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم جھوٹ بولتے ہو، غلط کہتے ہو، خون نہیں بہایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مجھے پتہ ہے جس کا تمہیں علم نہیں۔ اور پھر تمثیلاً آدم کی بات، اسماء کی بات، یہ بعد کی باتیں یہ تمثیلی مضمون الگ ہے۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جو سکیم درمیانی ہے اس میں اگر صلاحیتوں میں تفاوت نہ ہو، حالات میں اختلاف نہ ہو تو وہ سکیم اپنی ذات میں جاری ہو ہی نہیں سکتی، ناممکن ہے۔ وہ یا فرشتوں والی سکیم بن جائے گی یا شیطان والی سکیم بن جائے گی۔

اور ایک اور اہم بات یہ ہے کہ جو Motive فورس ہے یعنی حرکت دینے کی طاقت، ارتقاء کو نصیب ہوئی ہے وہ اس فرق سے ہوئی ہے۔ اس فرق کو نکال دیں تو زندگی کا پہلا ذرّہ ہمیشہ کے لئے اسی مکان پر ٹھہر جائے گا جب زندگی پیدا ہوئی۔ تو ہر ذرہ جو پیدا ہوا اگر وہ ایک جیسا ہوتا، ایک جیسے ان کو حقوق میسّر آتے، ایک جیسے حالات میسّر آتے، ایک جیسی خوراک سب کو برابر ملتی اور ایک دوسرے پر وہ حملہ بھی نہ کرتے تو وہ جو ترقی کی ایک تمنّا، زندگی کی فطرت میں داخل کر دی گئی ہے، چن دی گئی ہے وہ پیدا ہی نہ ہوتی۔ اور آگے جاندار ایک دوسرے سے نہ مقابلہ کرتے، نہ آگے بڑھنے کی کوئی صلاحیت پیدا ہوتی۔ یہ اُسی حالت میں مر جاتے۔ اگر اربوں سال تک بھی اسی حالت میں زندگی رہتی، مقابلے کی کوئی روح نہ ہوتی، آپس میں فرق نہ ہوتے، رزق کہیں کم نہ ہوتا، کہیں زیادہ نہ ہوتا......تو زندگی ترقی نہ کرسکتی۔

آپ جو بن گئے ہیں آپ تو اس سکیم پر بنے ہیں جس پر آپ اعتراض کر رہے ہیں۔ اس شاخ کو کاٹ رہے ہیں جس پر آپ بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس سکیم کو انسان سے اڑا کے دکھائیں تو پھر دیکھیں انسان کیا رہ جاتا ہے۔ سب کو پھر برابر حقوق دینے پڑیں گے۔ یہاں تک کہ ہر ایک کی شکل ایک جیسی کرنی پڑے گی۔ اور ہر ایک کو برابر خوبصورتی عطا کرنی ہوگی اور تفریقات مٹتے مٹتے انسان کی خوراک بھی سب کی برابر ہوگی۔ ایسے آدمی کو تو پھر خدا یاد آ ہی نہیں سکتا سوائے اس کے کہ وہ فرشتہ ہو چکا ہو اور اس کی سرشت میں یہی داخل ہو۔ یہ تو آپ نے مانا ہی نہیں۔ نئی سکیم ہے۔ اس میں اصلاح فرمانے کی کوشش ہو رہی ہے۔ ایسی سکیم میں جو زندگی وجود میں آتی ہے وہ تو انسانی سطح سے زندہ رہنے کے قابل ہی نظر نہیں آتی۔ بالکل ایک عجیب وغریب سا نقشہ ہے۔ ایک Hocus-Pocus کی دنیا بن جائے گی جہاں سب کو کھانے پینے مہیّا ہیں۔ کوئی گرمی نہیں کوئی سردی نہیں۔ گرمی سردی کا کیا مقصد ہے۔ اگر کسی کو Advantage ہے، کسی کو نہیں ہے۔ پھر تو سمجھ آتی ہے کہ مقابلے ہو رہے ہیں، بہتر ہونے کی کوشش ہو رہی ہے۔ جو زیادہ گرمی کے خلاف مقابلے کی طاقت رکھے گا وہ اونچا درجہ پائے گا جو سردی سے مقابلے کی کم طاقت رکھے گا وہ فنا ہو جائے گا۔ یہ سکیم کا حصہ ہے۔ اگر یہ فرق ہی نہ ہوں تو نہ گرمی کا معنی نہ سردی کیا معنی۔ نہ بھوک کا کوئی معنی، نہ بھوک مٹنے کا کوئی معنی۔ یہ ساری باتیں ایک Stalemate ساکن جامد پانی کی طرح سے ہو جائیں گی۔"

حضور رحمہ اللہ نے اس موقع پر اپنی اُس وقت کی زیر تالیف کتاب Revelation, Rationality, Knowledge and Truth کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ اس میں تفصیل سے ان مضامین کا ذکر کیا گیا ہے اور ان سب باتوں کا جواب موجود ہے۔

(یہ کتاب خدا تعالیٰ کے فضل سے زیورطبع سے آراستہ ہو چکی ہے اور دنیا بھر میں جماعتی مشنز سے اور بک سٹالز سے دستیاب ہے۔ انگریزی دان احباب کو اس کا ضرور مطالعہ کرنا چاہئے۔)

❁❁❁❁❁

سوال: شیعہ حضرات جن بارہ اماموں کو مانتے ہیں جماعت احمدیہ کے نزدیک ان کا کیا مقام ہے؟

جواب: حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ:

بارہ امام سارے نیک لوگ تھے۔ معصوم ان معنوں میں کہ ان کے متعلق کوئی بدی، کوئی شریعت کی خلاف ورزی ثابت نہیں ہے۔ سوائے ان روایات کے جو کچھ شیعہ روایتوں میں آئی ہیں اور ان آئمّہ کی روایات نہیں ہیں۔ ان سے فائدہ اٹھا کر سپاہِ صحابہ نے ایک امام کو گالیاں بھی دینی شروع کر دی ہیں............۔

حضور انور نے فرمایا کہ:

سب آئمہ کو ہم نے اچھا، معصوم پایا، نیک پایا۔ اُن کی ہم عزّت کرتے ہیں۔ قرآن کریم کا فہم بھی ان میں سے بعضوں کو بہت ہے۔ اور علم تعبیر کے لحاظ سے بھی چوٹی کا مرتبہ حاصل کرنے والے ہیں۔ امام جعفر صادق کی تعبیریں آپ دیکھیں حیران رہ جائیں گے۔ تو ہمارا تو کوئی اختلاف اس پہلو سے نہیں ہے۔ ہم سب نیک لوگوں کی عزّت کرتے ہیں اور خاص طور پر اہل بیت میں سے جن کو خدا تعالیٰ نے اعلیٰ مراتب عطا کئے اور جن کی نیکی قطعی طور پر ثابت ہے ان سے بغض رکھنا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق ایمان کو ضائع کرنے والی بات ہے۔ اس لئے اس میں جھگڑے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

امام بارہ ہوں یا پندرہ ہوں یا 16 ہوں یہ بحث نہیں ہے۔ ہر وہ شخص جو قرآن کی اطاعت کے اندر رہتے ہوئے زندگی بسر کرتا ہے، صاحب کشف و الہام ہو یا نہ ہو، اس کی عزّت ہم پر فرض ہے۔ مگر وہ جو اُن میں سے اعلیٰ مراتب تک پہنچ جائے اور صاحب الہام و کشف ہو اس سے بَیر رکھنا تو اپنے دین سے بَیر رکھنے والی بات ہے۔

❁❁❁❁❁

www.Budget-Hardware.de
Web Designing
Callshop اور Internet Cafe's
نیز کمپیوٹر کا ہر قسم کا سامان ارزاں نرخوں پر دستیاب ہے
+49 179 9702505 +49 611 58027984
info@budget-hardware.de www.budget-hardware.de

THOMPSON & CO SOLICITORS
Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality,
Conveyancing & Employment,
Welfare Benefits, Personal Injury,
Family & Ancillary Proceedings,,
Wills & Probate, Criminal Litigation .
Contact:
Anas A.Khan, John Thompson Solicitors
1st floor 48 Tooting High Street
London SW17 0RG
Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005
Fax: 020 8871 9398
Mobile: 0780-3298065

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم و دلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL U.K.

"الفضل ڈائجسٹ" کی ویب سائٹ کا پتہ یہ ہے:-

http://www.alislam.org/alfazal/d/

اصحاب احمدؑ کا قیام اللیل

روزنامہ "الفضل" ربوہ 27 ستمبر 2004ء میں شامل اشاعت ایک مضمون (مرتبہ: مکرم عبدالسمیع خان صاحب) میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے بعض اصحاب کی بالالتزام تہجد اور دلگداز نمازوں کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔

☆ حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ کے متعلق حضرت ماسٹر فقیراللہ صاحبؓ بیان کرتے ہیں: حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے کا ذکر ہے مجھے اکثر یہ دیکھنے کا اتفاق ہوا کہ حضرت مولوی شیر علی صاحب نماز عشاء کے بعد کافی دیر تک نوافل میں مشغول رہتے۔ آپ کا معمول تھا کہ نوافل میں انہماک اور توجہ کے باعث بہت لمبا سجدہ ادا کرتے اور نماز کو کافی طول دینے کی وجہ سے اکثر آپ یہ بھول جاتے کہ دو رکعتیں پڑھ چکے ہیں یا ایک۔ اس وقت میں اس امر کا خاص طور پر مشاہدہ کیا کہ آپ کی طبیعت ہمیشہ کمی کی طرف ہی راغب رہتی تھی۔ اگر دو پڑھ کر بھول جاتے تب بھی ایک ہی سمجھتے تا محبوب حقیقی کے حضور یہ روح پرور لمحات اور طول کھینچیں۔

☆ حضرت ماسٹر مولا بخش صاحبؓ فرماتے تھے کہ میں نے سن بلوغ سے آج تک کبھی تہجد ترک نہیں کی کہ یہ چیز ہزاروں برکات کا موجب ہے۔

☆ حضرت ملک غلام فرید صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں: حضرت منشی محمد اسماعیل صاحبؓ سیالکوٹی تہجد کی نماز ایسی باقاعدگی سے ادا کرتے تھے جیسی دوسری پانچ نمازیں۔ موسم کی کوئی حالت، ان کی بیماری، کوئی چیز ان کی تہجد میں روک پیدا نہیں کرسکتی تھی...... ایسے ہی میرے والد ملک نورالدین صاحبؓ بھی تھے۔ میں نے اپنی ساری عمر میں ایک دفعہ بھی اپنے والد مرحوم و مغفور کی تہجد ضائع ہوتے نہیں دیکھی سوائے اس کے کہ وہ ایسے سخت بیمار ہوں کہ ان کے ہوش قائم نہ رہے ہوں۔ حضرت منشی صاحب کی طرح میرے والد باجماعت نماز کے بھی سخت پابند تھے۔ میں نے خود تو کبھی بھی یہ نہیں دیکھا کہ میرے والد صاحب نے کسی نماز کے فرض گھر پر پڑھے ہوں لیکن میری والدہ صاحبہ کہتی تھیں کہ جس دن عصر کے وقت دل کی حرکت بند ہوجانے سے میرے والد کی وفات ہوئی صرف اس دن ظہر کی نماز والدہ کے اصرار پر انہوں نے گھر پر پڑھی۔

☆ حضرت نواب عبداللہ خان صاحبؓ تہجد کے پابند تھے اور اس قدر التزام کرتے کہ آپ کے ایک فرزند کہتے ہیں کہ میں عرصہ تک سمجھتا رہا کہ نماز تہجد بھی فرض ہے۔ فرماتے تھے جس رات تہجد کا ناغہ ہوجائے اس روز میں اشراق کے وقت بارہ رکعت نفل ادا کرتا ہوں۔

☆ حضرت مولانا غلام حسن صاحبؓ پشاوری نماز پنجگانہ کے سختی سے پابند، تہجد خواں، قرآں خواں، قرآن دان اور عامل بالقرآن بزرگ تھے۔

☆ حضرت حافظ مظفر احمد صاحب پشاوریؓ کا ذکر خیر کرتے ہوئے حضرت قاضی محمد یوسف صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ: خٹک کے پہاڑوں میں موضع امیر واقع ہے۔ وہاں سے خان بہادر سعد اللہ خان صاحب 1902ء میں صوبیدار میجر مقرر ہوئے۔ مالاکنڈ میں بسبب اعلیٰ افسر ہونے کے ان کی قیامگاہ خواتین اور افسروں کی تفریح گاہ ہوتی تھی۔ اکثر وہاں پر تاش اور شطرنج کا شغل رہتا اور کبھی کبھی گانا بجانا بھی ہوتا۔ لڑکے ناچنے لگتے اور خوش گپی میں وقت گزارتے۔ اُن کے ماتحت محترم حافظ مظفر احمد صاحبؓ احمدی ساکن کلانور (جو 1904ء میں خاکسار کے ذریعہ احمدی ہوئے تھے) پے (Pay) حوالدار تھے۔ آپؓ قرآن کریم کے حافظ، تہجد گزار اور مناہیات سے نفور اور کنارہ کش تھے۔ اکثر صوبیدار میجر صاحب کی ملاقات کو فرصت کے وقت جایا کرتے۔ ایک دفعہ موقع پاکر اُن سے کہا کہ "خان صاحب! آپ ایک شریف اور معزز خاندان کے ممبر ہیں اور نیک فطرت انسان ہیں، آپ کی شان کے خلاف ہے کہ آپ کے مکان پر گانا بجانا ہو، تاش و فلاش ہو اور شطرنج کھیلا جائے۔ مسجد میں پانچ وقت اذان ہو مگر آپ کے یہاں نہ کوئی نماز پڑھے نہ خدا کو یاد کرے۔ یہ غافلانہ زندگی کب تک؟"...... یہ سن کر خان بہادر صاحب کے دل پر خاصا اثر ہوا اور کہا کہ کیا کرنا چاہئے؟۔ حافظ صاحب نے کہا کہ جو کچھ اب ہورہا ہے اس کو بکلی ترک کردیا جائے اور میں پانچ وقت یہاں آتا رہوں گا، نماز باجماعت پڑھیں گے، صبح کے قریب آٹھ رکعت تہجد پڑھیں گے اور چالیس دن تک ایک رکوع ہر روز قرآن شریف کا درس کریں گے۔ اگر اس کا لطف نہ آیا تو موجودہ زندگی تو کہیں گئی نہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ چالیس دن کے بعد خان بہادر صاحب نے احمدیت قبول کرلی اور حضرت مسیح موعودؑ کو بیعت کا خط لکھ دیا۔

☆ ارض کشمیر کے اوّلین احمدی حضرت راجہ عطا محمد صاحبؓ باوجود پیرانہ سالی کے ہمیشہ ایک بجے بلکہ اس سے پہلے ہی رات کو اٹھ کر تہجد میں صبح تک مصروف رہتے۔

☆ حضرت سلطان بی بی صاحبہؓ کے متعلق ان کے بیٹے مولوی عبدالمنان شاہد صاحب لکھتے ہیں: پانچوں نمازوں کے علاوہ نماز اشراق، نماز تہجد اور نماز تسبیح بھی باقاعدگی سے ادا کرتی تھیں۔ بیماری اور بڑھاپے میں نماز تہجد کے لئے اُٹھتیں تو ہمیں شرم آتی کہ ہم نوجوان سستی کرجاتے ہیں۔

☆ حضرت صوفی نبی بخش صاحب لاہوریؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے 18/ اگست 1886ء کا ایک واقعہ حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں پیش کیا جب مجھے اپنی ملازمت میں کچھ ایسی تکالیف پیش آئیں کہ میں استعفیٰ دینے پر آمادہ ہوگیا۔ اس غم میں میں نے اپنے اہل وعیال کو راولپنڈی بھیج دیا۔ ایک رات مسجد میں بعد نماز عشاء اسی فکر میں غرق تھا کہ یکایک میرے اندر ایک تبدیلی پیدا ہوئی اور ایک غیبی آواز سنائی دی کہ صوفیائے کرام کہتے ہیں کہ جب کسی کو کوئی تکلیف ہو تو وہ کوئی وظیفہ پڑھا کرتا ہے، تم بھی کوئی وظیفہ پڑھو۔ تم بعد نماز عشاء دس نفل پڑھو اور تین سو دفعہ درود شریف پڑھو۔ اس کے بعد وہ کیفیت جاتی رہی۔ لیکن خداتعالیٰ نے مجھے ایسی توفیق دی کہ اس وقت سے میں نے دس نفل اور تین سو دفعہ درود شریف پڑھنا شروع کردیا اور کچھ مدت اس پر عمل کرنے کے بعد میری تمام ملازمت کی تکالیف جاتی رہیں۔ یہ واقعہ جب میں نے حضرت مسیح موعودؑ کے حضور عرض کی تو آپؑ نے فرمایا: "اس کے ساتھ تین سو مرتبہ استغفار کا اضافہ کرلو"۔

☆ حضرت میاں تاج الدین صاحبؓ حضرت میاں معراج الدین صاحب عمرؓ کے چھوٹے بھائی تھے۔ بہت مخلص اور عبادت گزار تھے۔ رات بارہ بجے اٹھتے اور بقیہ رات عبادت میں گزار دیتے۔

☆ حضرت نوابزادہ میاں عبدالرحمٰن صاحبؓ نماز تہجد باقاعدہ ادا کرتے تھے۔

☆ حضرت سید عنایت علی شاہ صاحب لدھیانویؓ بڑے عبادت گزار تھے۔ جب سے ہوش سنبھالا، نماز روزہ تو درکنار، تہجد بھی بہت کم قضاء کی۔

☆ حضرت میاں اللہ بخش صاحبؓ خشوع و خضوع سے ادا فرماتے اور نماز تہجد میں رقت و سوز کا عجیب رنگ پایا جاتا تھا۔ صاحب رؤیا تھے۔

☆ حضرت مولوی امام الدین صاحب گجراتیؓ باوجود پیرانہ سالی اور ضعیفی کے ہر نماز باجماعت ادا کرتے اور باقاعدگی سے تہجد پڑھتے۔ آپؓ صاحب کشف والہامات تھے۔

☆ حضرت منشی عبدالعزیز صاحبؓ پٹواری اوجلہ التزام نماز میں خوب اہتمام فرماتے اور تہجد و ذکرالٰہی تو آپؓ کی روح کی غذا تھی۔

☆ حضرت چوہدری نعمت خانصاحبؓ آف کریام ارکان دین کے سختی سے پابند اور تہجد گزار تھے۔

☆ حضرت منشی میر محمد اکرم صاحبؓ داتوی پانچوں اوقات نماز باجماعت پڑھتے تھے اور نصف شب کے بعد نہایت خوش الحانی سے شوق انگیز لہجہ میں تہجد کی نماز میں قرآن کریم پڑھا کرتے۔

☆ حضرت حاجی محمد صدیق صاحب پٹیالویؓ نہایت عابد و زاہد اور صاحب الرؤیا و کشوف بزرگ تھے۔ باجماعت نماز اور تہجد کا خاص التزام فرماتے اور ہر آن ذکر و فکر میں مشغول رہتے۔ 80 سال کی عمر میں حج کیا۔

☆ حضرت ملک عطاء اللہ صاحبؓ نماز تہجد کے سختی سے پابند تھے۔ امام الصلوٰۃ کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔ نماز تہجد کے بعد خوش الحانی سے تلاوت کرنا، نماز فجر کے بعد پانچ چھ میل سیر کرنا آپؓ کا معمول تھا۔

☆ حضرت شیخ فضل حق صاحب بٹالویؓ متقی اور پرہیزگار بزرگ تھے۔ تہجد کی نماز وفات تک باقاعدہ ادا کرتے رہے۔

☆ حضرت سید علی احمد صاحبؓ رات بارہ بجے تک برآمدہ میں ٹہلتے رہتے اور درود و استغفار، ذکر و اذکار میں اور پھر حسب معمول تین بجے سے کچھ پہلے اٹھ کر نماز تہجد پڑھنے لگتے۔

☆ حضرت چوہدری محمد عبداللہ صاحبؓ التزام کے ساتھ نماز تہجد آخر وقت تک ادا کرتے رہے۔

☆ حضرت سیٹھ حسن صاحبؓ حیدرآباد نے 1899ء میں قادیان جاکر حضرت مسیح موعودؑ کے دست مبارک پر بیعت کی توفیق پائی۔ اس کے بعد ان میں ایسا روحانی انقلاب پیدا ہوگیا کہ پہلے نماز تک کی عادت نہ تھی، پھر تہجد گزار بن گئے اور الہامات و رؤیا کثرت سے ہونے لگے۔

اعزازات

☆ مکرمہ سارہ نعیم صاحبہ انٹرمیڈیٹ امتحان ۲۰۰۴ء (جنرل سائنس گروپ طالبات) میں راولپنڈی بورڈ میں اول آئی ہیں اور سند، گولڈ میڈل اور سات ہزار روپے کیش ایوارڈ حاصل کیا ہے۔

☆ مکرم نصیر احمد شاہد صاحب مربی سلسلہ کی بیٹی مکرمہ فریحہ سحر صاحبہ نے F.Sc (انجینئرنگ) کے امتحان ۲۰۰۴ء میں فیصل آباد بورڈ میں طالبات میں تیسری پوزیشن حاصل کی ہے۔

☆ مکرم محسن علی کامران ابن مکرم حنیف احمد کامران صاحب نے F.Sc کے امتحان ۲۰۰۴ء میں فیصل آباد بورڈ میں جنرل سائنس گروپ میں اول آکر گولڈ میڈل اور نقد انعام حاصل کیا ہے۔

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۳۱/ جولائی ۲۰۰۴ء میں شامل اشاعت مکرم ضیاء اللہ مبشر صاحب کی ایک نظم سے انتخاب:

چھٹ گئیں تاریکیاں سب خوف کی
آسماں سے نور نازل جب ہوا
ہم فلک کی رفعتوں میں جا بسے
شوخیٔ اعداء کا جب کرتب ہوا
جب زمیں والوں نے چھینے آسرے
آسماں والا ہمارا ربّ ہوا
ہاتھ میں جب ہاتھ دے کر، دل دیا
جو ہمارا تھا وہ اُس کا سب ہوا

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol. 12 | Friday , April 22, 2005 | Issue No. 16

حاصل مطالعہ

دوست محمد شاہد۔ مؤرخ احمدیت

جماعت جرمنی کی اعجازی ترقی کا ایک راز سربستہ

جرمنی وسطی یورپ کا سب سے بڑا ملک ہے۔جنوری1933ء میں رائشٹاک پارٹی برسراقتدار آئی اور ہٹلر ملک کا چانسلر بن گیا اور پوری جرمن قوم کو نازی ازم کے حوالہ کر دیا گیا۔جرمنی نے اگست 1939ء میں پولینڈ پر قبضہ کرلیا اور دوسری جنگ عظیم چھڑگئی۔22/جون 1940ء کو جرمنی نے فرانس پر قبضہ کرلیا جس کے نتیجہ میں فرانس کی بظاہر نا قابل تسخیر طاقت پارہ پارہ ہوگئی اور ساتھ ہی برٹش ایمپائر کا مرکز لندن بھی نازی بمبار طیاروں کی زد میں آگیا اور ہٹلر کی فوجیں فتوحات پر فتوحات حاصل کرتے ہوئے تیز رفتاری سے آگے ہی آگے بڑھنے لگیں۔

عین اس موقع پر سیدّنا حضرت مصلح موعودؓ نے 13/اپریل1941ء کو مجلس مشاورت کے ممبران سے خطاب کرتے ہوئے بتایا کہ جناب الٰہی کی طرف سے مجھے بتایا گیا ہے کہ اس جنگ میں خدا تعالیٰ کا دخل ہے اور جس جنگ میں خدا تعالیٰ کا دخل ہو اس کا نتیجہ اسلام اور احمدیت کے لئے مضر نہیں ہوسکتا۔اپنی ایک رویاء کی تعبیر بھی بتائی کہ جو اس جنگ میں مظفر ہے اسے بھی یہ معلوم نہیں کہ نصرت اس کے پس پردہ بیٹھی ہے۔

آخر پر حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا:

”مَیں تو سمجھتا ہوں کہ اگر اس جنگ میں جرمنی کو شکست ہوئی تو اس کے بعد تبلیغ کا بہترین مقام جرمنی ہوگا۔جرمن قوم تین سو سال سے آگے بڑھنے کی کوشش کررہی ہے اور اس غرض کے لئے اس نے بڑی بڑی قربانیاں کی ہیں مگر ابھی تک وہ اپنے ارادہ میں کامیاب نہیں ہوسکی۔اگر اس جنگ میں بھی اسے کامیابی حاصل نہ ہوئی تو ہم اسے بتا سکیں گے کہ خدا نے تمہاری ترقی کا کوئی اور ذریعہ مقرر کیا ہوا ہے۔جو سوائے اس کے کچھ نہیں کہ تم خدا کے دین میں داخل ہو جاؤ اور بحبل من اللہ ترقی کر جاؤ پھر تمہیں دنیا میں کوئی مغلوب نہیں کر سکے گا پس میں سمجھتا ہوں۔جرمن قوم کا اس شکست میں دینی لحاظ سے بہت بڑا فائدہ ہے اور **عنقریب تبلیغ کے لئے ہمیں ایک ایسا میدان میسر آنے والا ہے۔جہاں کے رہنے والے باتیں نہیں کرتے بلکہ کام کرتے ہیں اور زبانی دعویٰ نہیں کرتے بلکہ عملی رنگ میں قربانیاں کرکے دکھاتے ہیں۔“**

(رپورٹ مشاورت 1941ء صفحہ 135،136)

یہ تریسٹھ سال قبل کی حیرت انگیز آسمانی خبر ہے جو اب اس شان سے پوری ہورہی ہے کہ اپنے تو رہے ایک طرف بیگانے بھی دنگ ہیں۔وہ جرمنی جہاں جنگ عظیم اوّل کے بعد ایک مسجد بنانے کی توفیق جماعت احمدیہ کو نہ مل سکی اور مالی تنگ دستی کے باعث مشن ہی کو بند کر دینا پڑا۔آج خدائے ذوالعرش کے احسان اور نظام خلافت کی برکت کے طفیل جرمنی بھر میں مساجد کی تعمیر کا نہایت مبارک سلسلہ شروع ہوچکا ہے اور حضرت مصلح موعودؓ کی 63 سال قبل کی پیشگوئی کے ظہور پذیر ہونے کے آثار افق پر صاف دکھائی دے رہے ہیں۔فالحمدللہ۔

❁❁❁❁❁

بینن (مغربی افریقہ) میں Agbanta کے مقام پر مسجد کے سنگ بنیاد کی بابرکت تقریب

(رپورٹ :عارف محمود شہزاد۔ مبلغ سلسلہ بینن)

9/ستمبر 2004ء کو صبح بارہ بجے Agbanta میں احمدیہ مسجد کی تعمیر کے لئے سنگ بنیاد رکھنے کی تقریب عمل میں آئی۔مکرم امیر صاحب بینن کے نمائندہ مکرم ذکراللہ ابراہیم صاحب کی زیر صدارت تلاوت کلام پاک سے آغاز ہوا۔تلاوت و نظم کے بعد خاکسار عارف محمود نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی نظم حمد وثنا اسی کو جو ذات جاودانی کے حوالے سے احباب کو بتایا کہ مسجد جو کہ خدا کا گھر ہے اور اس میں اس خدا کی حمد کے ترانے گائے جائیں گے تو اس لحاظ سے یہ خدا کے ذکر کا مقام ہے۔اور احباب کو خدا تعالیٰ کی عبادت اور صرف اسی کے آگے جھکنے اور مسجد کو آباد کرنے کی تلقین کی۔اس کے بعد گاؤں کے چیف اور میئر کے نمائندہ نے بھی خطاب کیا اور مسجد کے قیام پر مبارکباد دی اور اس کی تعمیر میں ہاتھ بٹانے کا کہا۔آخر پر مکرم ذکراللہ ابراہیم صاحب نے احباب سے خطاب کیا۔بعدازاں مسجد والی جگہ پر چلے گئے اور دعائیں کرتے ہوئے مسجد کی بنیاد کی پہلی اینٹ رکھی گئی۔اس موقع پر مکرم ذکراللہ ابراہیم صاحب نے دعا کروائی۔خوشی کے اس موقع پر سب کو کھانا پیش کیا گیا۔

قارئین سے درخواست دعا ہے اللہ تعالیٰ اس مسجد کی تعمیر ہر لحاظ سے بہت مبارک فرمائے اور یہ خدا تعالیٰ کے سچے موحد بندوں سے ہمیشہ آباد رہے۔آمین ❁❁❁

جماعت احمدیہ آئیوری کوسٹ کے 22ویں جلسہ سالانہ کا کامیاب انعقاد

مورخہ 19/اور 20/ فروری 2005ء بروز ہفتہ و اتوار جماعت احمدیہ آئیوری کوسٹ کا بائیسواں جلسہ سالانہ منعقد ہوا۔ملک کے سیاسی مسائل کے باعث گزشتہ دو سال سے آئیوری کوسٹ میں جلسہ منعقد نہیں ہوسکا تھا،مگر امسال حالات میں قدرے بہتری رہی اور اللہ کے فضل سے جلسہ سالانہ کا انعقاد ممکن ہوسکا۔جلسہ کے افتتاحی خطاب میں امیر صاحب جماعت احمدیہ آئیوری کوسٹ مکرم عبدالرشید انور صاحب نے قدرتی آفات کے موضوع پر خطاب کیا۔موجودہ حالات کے پیشِ نظر اس خطاب کو اخبارات مثبت انداز میں زیرِ بحث لائے۔اس جلسہ میں چالیس آئمہ، اکتیس چیف اور پینتیس صدرانِ جماعت یا ان کے نمائندگان شامل ہوئے۔حکومت کے وزیر مذہبی امور کے نمائندے نے وزیراعظم آئیوری کوسٹ کے پیغام میں جماعت احمدیہ کی خدمات کو احسن رنگ میں سراہا اور اپنے بھرپور تعاون کی یقین دہانی کرائی۔دیگر عمائدین شہر میں نائب گورنر اور پولیس کمشنر شامل تھے

جلسہ میں ہونے والے دیگر خطابات میں ”سیرت خاتم الانبیا ﷺ“، ”جدید ٹیکنالوجی اور اخلاقی ذمہ داریاں“ جیسے موضوعات شامل تھے۔جلسہ کے آخری روز خطاب میں مکرم امیر صاحب نے احمدی خواتین کی ذمہ داریوں پر روشنی ڈالی۔چونکہ جلسہ کا اختتامی اجلاس بیس فروری کو ہورہا تھا،اس لئے امیر صاحب نے اپنے اختتامی خطاب میں پیشگوئی مصلح موعود کا مفصّل تذکرہ کیا۔

جلسہ میں میڈیا کے نمائندے شامل ہوئے اور جلسہ کے انعقاد کی خبر قومی اخبارات، ریڈیو اور ٹی وی پر نشر ہوتی رہی۔جلسہ میں کُل دو ہزار ایک سو اٹھارہ (۲۱۱۸) افراد شامل ہوئے جس میں سے عورتوں کی تعداد آٹھ سو (۸۰۰) تھی۔

❁❁❁❁❁

جماعت احمدیہ سویڈن کے تحت بین المذاہب سمپوزیم کا انعقاد

(رپورٹ :آغا یحییٰ خان ۔ مبلغ سلسلہ سویڈن)

جماعت احمدیہ سویڈن نے مورخہ سولہ فروری (16-02-05) کو گوتھن برگ مرکزی لائبیریری کے تعاون سے عورت اور مرد کے حقوق پر ایک بین المذاہب سمپوزیم کا انعقاد کیا۔اس سمپوزیم میں مختلف مذاہب کے نمائندگان کے علاوہ عام شہریوں نے بھرپور شرکت کی۔تقریب کے مہمان خصوصی گوتھن برگ کے فرسٹ ڈپٹی میئر تھے۔آغاز میں مکرم قریشی فیروز محی الدین صاحب نے سمپوزیم کے انعقاد کی غرض بیان کرتے ہوئے حاضرین کو بتایا کہ مغربی معاشرے میں طلاق کے بڑھتے ہوئے رجحان اور معاشرتی اقدار کے تنزل کے پیشِ نظر جماعت احمدیہ نے تمام بڑے مذاہب کے نمائندگان کو دعوت دی ہے کہ وہ اس اہم موضوع پر اظہار خیال کریں۔اس سمپوزیم میں یہودیت، ہندومت، سکھ مت اور بدھ مت کے نمائندگان نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔اگرچہ رومن کیتھولک، پروٹسٹنٹ اور زرتشتی مذاہب کے نمائندگان کو بھی دعوت دی گئی تھی مگر وہ شامل نہ ہوئے۔

آخری تقریر خاکسار آغا یحییٰ مبلغ سلسلہ کی تھی۔خاکسار نے اپنے خطاب میں یہ وضاحت کی کہ مذہب اور ثقافت کا موازنہ کرنا درست نہیں۔مذہب کا مذہب سے اور ثقافت کا ثقافت سے موازنہ کرنا درست ہوگا۔اسی طرح قرآن مجید اور احادیث کی روشنی میں اسلام میں عورت کے بلند مرتبہ کی بھی وضاحت کی۔

گوتھن برگ کے فرسٹ ڈپٹی میئر نے مہمانِ خصوصی کی حیثیت سے اپنے اختتامی خطاب میں جماعت احمدیہ سویڈن کی اس کوشش کو سراہا اور کہا کہ ایسی مجالس مذہبی رواداری کے فروغ کا باعث بنتی ہیں۔

❁❁❁❁❁

ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل کا سالانہ چندہ خریداری

برطانیہ: تیس (۳۰) پاؤنڈز سٹرلنگ
یورپ: پینتالیس (۴۵) پاؤنڈز سٹرلنگ
دیگر ممالک: پینسٹھ (۶۵) پاؤنڈز سٹرلنگ

(مینیجر)